

ساز و سازن کاروں پر بند

# لڑ بیٹھو

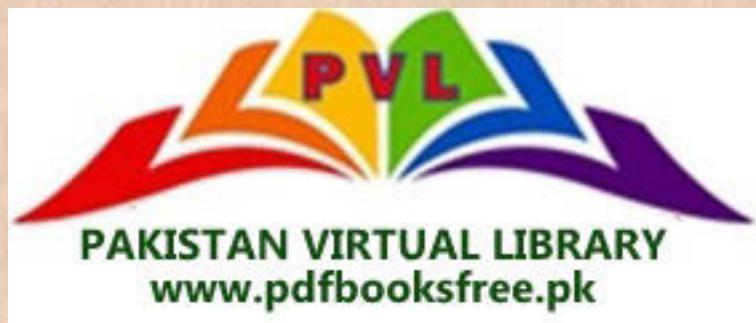
ایسے جیسے

PDFBOOKSFREE.PK

چوچہ

خلاں ایڈوچر سینسائز  
دوسراناول

# لاش چل پڑی



اے۔ حمید



نوہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

مجلس ادارت  
حکیم محمد عین  
مسعود احمد برکاتی رفیع الزماں زیری

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

طابع : ماس پرنٹرز، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۰ء

تعداد اشاعت : ۲۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

جلد حقوق محفوظ

KHALAI SCIENCE ADVENTURE SERIES - 2

LASH CHAL PARI

A. HAMEED

NAUNEHAL ADAB

HAMDARD FOUNDATION PRESS, KARACHI.

## پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے ۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نمائیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے ۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکشہ کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدر ہے ۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لئنے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ علم سائنس ہے ۔ بنی دباد کر گھروں اور شروں کو رہن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گر ہیں سائنس ہی نے سکھایا ہے ۔ ایک چھوٹا سا حیران کیسا زبردست

تاؤر درخت بن جاتا ہے ، پھولوں میں رنگ کھاں سے آتے ہیں ، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے ، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے ، بھاری بھرٹم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں ، دیو پیکر طبارے بوا میں کیسے اڑتے چلتے جاتے ہیں ۔ چاند ، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں ۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے ۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے ، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظام شمسی کے آخری کناروں کو چھوٹے والے ہیں ۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل چاری ہے ۔ سائنس کی ترقی اُسے دم ہر دم آگے بڑھانے چلی جا رہی ہے ۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں ۔ سائنس فلکشن انسان کی قدرت کے پچھے ہوئے راز جانتے کی خواہش کا افلمار ہے ۔ اُڑن کھولا ماضی کی سائنس فلکشن بتا ۔ آج یہ بواہی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے ۔ جو لیس ورن کی سمندر کی تھی میں مسلسل تیرنے والی "ناٹلیں" اب ایک افسانہ نہیں ایٹھی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے ۔ کون کہ سکتا ہے آج کی سائنس فلکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے ۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقت بننی رہیں گی ۔

حکیم محمد سعید

## فہرست

۱ شیا موت کے پھندے میں

۲۱ سانپ سامنے تھا

۳۶ سگنل غائب ہو گئے

۴۹ خلامی لاش چل پڑی

## شیا اموت کے پھندے میں

رات آدمی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

شر کی سرکیں خالی اور نہان تھیں۔ آسمان کو کالے کالے بادلوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں مزے کی نیند سو رہے تھے۔ عمران ایک مشینی آدمی کی طرح ایک فٹ پانچ پر چلا جا رہا تھا۔ اس کی کمر میں خلائی مخلوق نے جو سیکرٹ کیپول لگا دیا تھا وہ خلائی مخلوق کے سکلن وصول کر کے عمران کے دماغ میں پہنچا رہا تھا اور عمران ان سگنلوں کے مطابق بڑھ رہا تھا۔ اس کی اپنی کوئی مرضی، اپنا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ خلائی مخلوق کے چیف طوطم کے سکلن پر عمل کر رہا تھا۔ عمران کی یادداشت بھی بہت ہی مدھم پڑھ چکی تھی۔ اسے یہ بھی یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون ہے اور شیبا اس کی چجازاد بہن اور کالج کی ساتھی ہے اور ان دونوں نے خلائی مخلوق کے قاتل مشن کو تباہ و بر باد کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اب وہ خود خلائی مخلوق کے کمپیوٹر سگنلوں کا غلام بن کر شیبا کو قابو کرنے جا رہا تھا تاکہ اسے کسی طرح سے ورغلہ کر یا زبردست اٹھا سکر شر کے آسمی قبرستان میں پہنچا دے جس کے ٹیلوں کے نیچے خلائی مخلوق نے زمین دوز لیبوریٹری قائم کر رکھی تھی اور جہاں طوطم چیف کمپیوٹر کے آگے بیٹھا

اس کے سگنلوں کے ذریعہ سے عران کو آگے چلا رہا تھا۔

یہ خلائی مخلوق بھارے نظام شمسی سے بھی آتھے کسی دوسرے نظام شمسی کے سیارے سے ہماری زمین پر اُتر آئی تھی اور ان کا مقصد اس دنیا کے بزرگوں میں سے قابل ماہر تعلیم اور سائنس دان نڑکوں اور لڑکیوں کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر پہنچانا اور اس کے بعد دنیا کے ہر بڑے شہر میں کمپیوٹر نیوکلیائی بم نصب کر کے انھیں تباہ کرنا تھا۔ عمران نے اپنے کمپیوٹر پراتفاق سے اس خلائی مخلوق کا خطرناک سگنل پکڑ لیا تھا اور پھر خلائی مخلوق کے ناپاک عزم کو خاک میں ملانے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ شیبا بھی اس کے ساتھ تھی۔ مگر دونوں خلائی مخلوق کے جال میں پہنچ گئے۔ شیبا ایک کالے سانپ کی مدد سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی، مگر عمران نہ نکل سکا۔ پھر خلائی چیف طوطم نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک خلائی سیکرت کیپول لگا دیا اور اب عمران اپنی شناخت بھول کر خلائی مخلوق کا تابع ہو چکا تھا اور ان کے ہر حکم پر عمل کر رہا تھا۔ اس وقت رات کے پونے دو بج رہے تھے اور عمران نیم روشن فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ایک پارک میں سے گزر گیا۔ سامنے شیبا کے محبی قریڈی کی دو منزلہ کوٹھی تھی۔

عمران کوٹھی کے پیچے آ کر پام کے ایک درخت کے نیچے رُک گیا۔ اس نے اپنی خالی خالی پتھرائی ہوئی آنکھیں اٹھا کر شیبا کے کمرے کو دیکھا۔ شیبا کے کمرے کی بیش بجھی ہوئی تھی اور وباں اندھیرا چھایا تھا۔ عمران کے کانوں میں خلائی چیف کی سرگوشی ہوئی۔ ”عمران! ہماری دسمن شیبا اپنے کمرے میں سورہی ہے لے جا کر اٹھاؤ اور ورغا کر آئیں فبرستان میں لے آؤ۔ وباں بم اسے قابو میں کر لیں گے۔ آگے بڑھو۔ یہ میرا حکم ہے۔ طوطم چیف کا حکم ہے۔“

عمران کو اس کے ساتھ ہی ایک بلکا ساجھنکا لگا اور وہ کوٹھی کی دیوار پھاند گیا۔ سامنے وہ برآمدہ تھا جہاں سے ایک زینہ کوٹھی کی دوسری منزل کو چاتا تھا۔ عمران نے ٹک کر دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ کوٹھی کے باغیچے میں اندر چھا رہا تھا۔ چاروں طرف گمراہ ساتھا تھا۔ دور شہر کی کسی سڑک پر سے کسی ٹرک کے گزرنے کی آواز آئی اور پھر آہستہ آہستہ غائب ہو گئی۔ عمران زینہ چڑھ کر دوسری منزل پر آگئا۔ شیبا کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ عمران نے آہستہ سے دروازے پر دستگ دی۔ بہت اندر سے شیبا کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی:

”کون ہے؟“

عمران نے دروازے کے ساتھ منجھ لگا کر کہا:

”میں ہوں۔ عمران۔ دروازہ کھولو۔“

عمران کا نام سُننے بی شیبا نے کمبل ایک طرف پھینکا۔ ٹیبل پیپ روشن کیا اور دروازہ کھول دیا۔ اس کے سامنے عمران کھڑا اسے خالی آنکھوں سے تک رہا تھا۔ شیبانے اُسے دیکھا تو خوش ہو گئی۔ عمران کے مل جانے کی خوشی کے جذبات اتنے جوش بھرے تھے کہ شیبا نے عمران کے پھرے پر آئی ہوئی تبدیلی کو پل بھر کے لیے بھی محسوس نہ گیا۔ وہ بے تابی سے بولی:

”عمران! تم! اللہ کا شکر ہے کہ تم خلائی قید خانے سے نکل آئے۔ اندر آ جاؤ تھاری انی ابو بھی بے حد پریشان ہیں۔ میں نے انھیں بتایا کہ قبرستان کے نیچے خلائی مخلوق کا خنیہ ٹھکانا ہے، مگر میری بات پر کوئی یقین نہیں کرتا۔“

شیبا نے پلٹ کر دیکھا۔ عمران ابھی تک دروازے میں ہی کھڑا تھا۔ شیبا نے تعجب سے کہا:



”اندر کیوں نہیں آتے عمران؟ کیا بات ہے؟ تم مجھے پچھو بدلے بدلے سے لگتے ہو؟“ عین اس وقت عمران کے کانوں میں غلامی چیف کی سرگوشی ہوئی :

”عمران! شیبا کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا تم پہلے کیا کر کرئے تھے؟“ اس کے ساتھ ہی عمران مسکرا یا اور کمرے میں داخل ہو کر بولا :

”میں ابھی تک حیرت زدہ ہوں شیبا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں اس قالم غلامی مخلوق کی قید سے بھاگ نکلنے میں کام یاب ہو گیا ہوں؟“

شیبا نے دروازہ بند کر دیا اور ٹیلے فون کی طرف بڑھی : ”میں تمہارے اتنی ابو کو فون پر خوش خبری سنائی ہوں کہ عمران آگیا ہے۔“

عمران نے آگے بڑھ کر شیبا کا بازو پکڑ لیا۔

”وہ نہیں شیبا۔ ابھی کسی کو میرے آنے کی خبر نہ دو۔“ شیبا نے محسوس کیا کہ عمران کی گرفت میں نوبے کے شکنجه جیسی سختی تھی۔ اتنی سختی سے اس نے کبھی شیبا کا بازو نہیں پکڑا تھا۔ شیبا نے تعجب سے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور کہنے لگا :

”میری بات سمجھنے کی کوشش کرو شیبا۔ میرے آنے کی کسی کو خبر ہو گئی تو سب لوگ یہاں آ جائیں گے اور ہم اپنے مقصد کو پورا نہ کر سکیں گے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا بے؟“ شیبا نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

عمران نے اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا:

”اس وقت خلائی مخلوق کا زمین دوز خانہ بالکل خالی پڑا ہے۔ میں جب جان بچا کر وبا سے فرار ہونے لگا تھا تو طوطم چیف اپنے دونوں آدمیوں کے ساتھ اپنے سیارے پر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس وقت سک تینوں خلائی آدمی جا پچے ہوں گے۔ تم فوراً میرے ساتھ چلو۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔“ ہم ان لوگوں کی دونوں لیورٹریز میں آگ لگا کر انھیں تباہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے پولیس کو خبر کی تو وہ دیر لگا دے گی اور ملکن ہے اس دوران خلائی مخلوق اپنے سیارے سے واپس آ جائے۔“

شیبا کے تو دہم دگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ عمران خلائی مخلوق کے ساتھ مل چکا ہے اور ان کے اشاروں پر کام کر رہا ہے۔ وہ بھلا کیسے عمران کی باتوں پر اعتبار نہ کرتی؟ اس نے کہا:

”لیکن عمران ہم آگ کیسے لگائیں گے؟ ہمارے پاس تو ڈائنا میٹ بھی نہیں ہے۔“

عمران بولا، ”یہ سب کچھ خلائی کیں گاہ میں موجود ہے۔ میں اکیلا یہ کام کیسیں کر سکتا تھا اس لیے تمہیں لینے آیا ہوں۔ بس اب تم باتیں نہ کرو اور میرے ساتھ چلو۔ دیر نہ کرو۔“

شیبا تو عمران کو دہی پہنے والا اپنا ساتھی عمران ہی سمجھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ چلنے پر فوراً تیار ہو گئی۔ عمران اسے ساتھ لے کر کوئی سے باہر آگیا۔ شیبا کئی نگی لگی۔

”پچھلی سرڈک پر نہیں میکسی وغیرہ مل جائے گی عمران۔“ عمران اپنی پتھرائی ہوئی خلائی آنکھوں سے اندر میرے میں دُور سرڈک پر نظر آتے والی روشنی کو دیکھ رہا تھا۔ بولا:

”باں اسی سڑک پر چلو۔“  
 وہ پارک میں سے گزر کر سڑک پر آگئے۔ عمران بالکل  
 سیدھا بٹو کر اپنے چل رہا تھا جیسے کوئی مشینی روپوت چل رہا  
 ہو۔ شیبا اس کی چال میں اس تدبی کو محسوس کرتے ہوئے بوئی:  
 ”عمران! کیا بات ہے۔ تم اس طرح بالکل سیدھے ہو کر کیوں  
 چل رہے ہو؟“

عمران نے آہستہ سے کہا:  
 ”میری گردن میں ان لوگوں نے انگلشن لگائے تھے اس کی وجہ  
 سے گردن میں ددد ہر رہا ہے۔“  
 شیبا کو تو شبہ ہو بی نہیں سکتا تھا۔ کہنے لگی:  
 ”کیا تھیں معموم ہے کہ خلائی غلوق نے مجھے بھی قید کر لیا  
 تھا؟ میں تو بڑی مشکل سے کل ہی فرار ہو گز آئی ہوں۔ اور  
 عمران عجیب بات ہے۔ ایک کالے سانپ نے میری مدد کی تھی۔  
 وہ سانپ آدمیوں کی طرح بات بھی کرتا تھا۔ تم سن رہے ہو  
 تاں عمران یا؟“

عمران نہیں رہا تھا۔ مگر اسے کالا سانپ یاد نہیں آیا تھا جس  
 نے اس کو ڈسا نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں صرف ایک بی خیال  
 تھا کہ شیبا خفیہ تھانے سے بھاگ آئی ہے اور اسے دوبارہ  
 داپس تھانے میں لے جانا ہے۔ اس کی کمر میں لگا بوا سیکرٹ  
 کیپسول طوطم چیف کے سکلن وصول کر کے انھیں عمران کے دماغ  
 میں برابر پہنچا رہا تھا۔ کسی وقت عمران کے کان میں طوطم کی  
 سرگوشی بھی نہیں دیتی۔

”عمران! شاباش! اسے لے کر آسی قبرستان میں آجائو۔ ہم  
 لوگ شیبا کا انتظار کر رہے ہیں۔“

عمران نے شیبا کی طرف دیکھے بغیر کہا:  
 "باں شیبا، مجھے معلوم ہے ر تم بھی پکڑ لی گئی تھیں اور  
 پھر فرار ہونے میں کام یا ب ہو گئیں۔"  
 شیبا نے کسی قدر تعجب سے پوچھا:  
 "عمران! تم میری طرف دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ اور تمہاری آواز  
 بھی پکھ بدکی ہوئی ہے۔"

عمران نے جلدی سے کہا:  
 "میری گردن میں درد ہے جس سے گلا بیٹھ گیا ہے اور  
 میں اس وقت کوئی ٹیکسی دیکھ رہا ہوں۔ تمہاری طرف دیکھنے کی  
 فرصت نہیں یہ"

شیبا مسکرا۔ س کے دل میں عمران کی طرف سے اب بھی  
 کوئی شک پیدا نہیں ہوا تھا۔ سامنے کی جانب سے ایک غالی  
 ٹیکسی آئی تو شیبا نے اسے باٹھ دے کر روک لیا اور ڈرائیور  
 سے کہا:

"بھائی! ہمیں سامنے والے ٹیلوں تک لے چلو وہاں ہماری  
 ماں بیمار پڑی ہے۔ اسے ہسپتال لے جانا ہے۔"  
 ڈرائیور بولا، "وہاں تو آسیں قبرستان ہے۔ میں اُدھر نہیں  
 جا سکتا۔"

وہ گاڑی بڑھانے بی لگا تھا کہ عمران نے کہا:  
 "میں تھیں ایک سو روپے دوں گا۔ تم قبرستان سے پہنچے  
 ہی ہمیں آتار دینا۔"

ڈرائیور سو روپے کے لامچ میں آگیا۔ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ  
 گئے اور ٹیکسی گھونی اور آسی قبرستان کے ٹیلوں کی طرف روانہ  
 ہو گئی۔ فاصلہ ایک ڈیڑھ میل کا ہی تھا۔ ٹیکسی سڑک سے اُتر کر

ویران سنگلائخ اور اندر ہرے میدان میں جھاڑیوں کے قریب سے  
گزر رہی تھی کہ اپاٹنک اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور وہ  
روک گئی۔ عمران نے سختی سے پوچھا:  
”گھاڑی کیوں روک دی؟“

اتنی کرخت آواز شیبا نے عمران کے منہ سے پہلے کبھی نہیں  
ستی تھی۔ وہ کچھ ڈر سی تھی۔ ڈرائیور نے کہا:  
”بھائی صاحب انہن خراب ہو گیا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟“  
عمران نے دروازہ کھول دیا اور شیبا سے کہا:  
”شیبا! میکسی چبوڑ دو۔ ہم پیدل ہی چلیں گے۔ میں دیر  
نہیں کرنی چاہتے۔“

شیبا کو زندگی میں پہلی بار اندر ہرے رات میں عمران کے ساتھ  
آسی بی قبرستان کی طرف جاتے ہوئے خوف محسوس ہوا۔ مگر فوراً ہی  
اس نے یہ سوچ کر اپنا خون دُور کر دیا کہ آخر عمران میرے  
ساتھ ہے مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ عمران تو میرا ساتھی ہے۔  
وہ میکسی سے نکل کر عمران کے ساتھ اندر ہرے کھیلوں کی طرف  
چل پڑی۔ اندر ہرے میں آسی بی قبرستان کی دیوار اور ڈیور ڈھنڈی  
نظر آ رہی تھی۔ شیبا نے کہا:  
”ہم ڈیور ڈھنڈی میں سے نہیں عمران بلکہ قبرستان کی دیوار کی طرف  
سے ہو کر جائیں گے۔“

مگر عمران کی کمر میں پیوست سیکرٹ کیپسول نے سگنل دیا کہ  
وہ قبرستان کی ڈیور ڈھنڈی میں سے شیبا کو لے جائے گا۔ عمران نے  
فوراً کہا:

”نہیں شیبا! ہم ڈیور ڈھنڈی میں سے گزریں گے دیوار کی طرف  
ہو سکتا ہے خلائی مخلوق نے کوئی پہندا لگا رکھا ہو۔“

شیبا کو پھر بھی کوئی شک نہ ہوا۔ وہ عمران کے ساتھ قبرستان کی ڈیورڈھی میں داخل ہو گئی۔ ڈیورڈھی میں داخل ہوتے ہی آسے ایک لمبی سسکار کی آواز سنائی دی۔ شیبا ڈر کر پیچے ہٹ گئی۔ "کیا ہوا؟" عمران نے پوچھا۔

"آگے کوئی ہے عمران؟ مجھے آواز آئی ہے؟" شیبا نے ڈری ہوئی آواز میں جواب دیا۔ عمران بولا: "میں دیکھتا ہوں۔ یہاں کون ہو سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر عمران قبرستان کی ڈیورڈھی میں سے نکل کر ویران قبروں کی طرف نکل گیا جو رات کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ شیبا وہیں ڈیورڈھی کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی کہ اپنک انہضرے میں سے کالا سانپ نکلا اور اس کے سامنے آ کر زمین سے تین فیٹ اونچا پھر کھول کر کھڑا ہو گیا۔ شیبا نے سانپ کو پہچان لیا۔ یہ اس کا دوست سانپ ہی تھا۔ کالے سانپ نے دھیمی آواز میں کہا:

"شیبا! تم ایک بہت بڑی مصیت میں پھنسنے والی ہو۔ یہاں سے واپس بھاگ جاؤ۔ جلدی کرو۔"

"مگر میرے ساتھ عمران ہے۔" شیبا نے خشک آواز میں کہا۔ سانپ بولا، "شیبا! واپس عھر کی طرف دوڑو۔ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔ باقی باش میں تمھیں پھر بتاؤں گا۔ بھاگو۔"

شیبا نے جلدی سے کہا:

"مگر عمران کو اکیلا کیسے چھوڑ دوں؟"

کالے سانپ نے کہا:

"وہی تو تمھیں پھنسا کر یہاں لایا ہے۔ وہ تمہارا دشمن ہے۔ چکا ہے۔ اس کے دماغ پر خلائی مخلوق کا قبضہ ہے۔ جلدی کرو۔"

یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

شیبا نے جب یہ سنा تو اس کا ذہن سننا گیا۔ اسے عمران کا بدلا ہوا چہرہ اور بدلتی ہوئی چال اور کرخت آواز اور سخت بائکوں کی گرفت یاد آنے لگی۔ سانپ کے بارے میں شیبا کو معلوم تھا کہ وہ اس کا دوست ہے۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہو گا۔ شیبا جلدی سے ڈیوڈھی سے نکل آئی اور تاریک درختوں میں شر کو جانے والی مردک کی طرف دور پڑی۔ وہ یوری رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ جب وہ کچھ راستے پر آئی تو ٹیکسی والا ٹیکسی کے انجن کو ٹھیک کر کر چکا تھا۔ وہ انجن اشارٹ کر رہا تھا کہ شیبا دروازہ کھول کر اندر گھس گئی اور پانپتی ہوئی آواز میں بولی:

"اللہ کے لیے داپس شر چلو۔ جلدی!"

ٹیکسی ڈرائیور بھی گھبرا گیا کہ ضرور اس مردکی کے پیچے قبرستان کی کوئی بد روح لگی ہے۔ اس نے ایکسیڈر دبایا۔ پہنچتے تیزی سے گھوٹے اور ٹیکسی گرد اڑاتی تیزی سے دوڑنے لگی۔ پہنچی مردک پر آتے ہی ٹیکسی کی رفتار مزید تیز ہو گئی۔ شیبا نے شیشے میں سے پیچے دیکھا۔ اسے خطرہ تھا کہ عمران اس کا پیچھا کر رہا ہو گا۔ مگر سوائے اندر ہیرے کے شیبا کو کچھ دکھائی نہ دیا۔ اب اس کے دل میں شک شہم بیدار ہو رہے تھے۔ اس کو یاد آ رہا تھا کہ عمران کی شکل میں ایک سختی اور کرخگی تھی۔ اس نے جب اس کا بازو پکڑا تھا تو اس کی گرفت فولاد کی طرح سخت تھی۔ اس کی آنکھیں بھی دران اور پتھرائی ہوئی تھیں۔ تو کیا خلائی مخلوق نے عمران کا برین واش کر کے اسے اپنے اثر میں کر لیا ہے؟ ایسا ہو سکتا تھا۔ شیبا فرکس اور نیوکلیٹر دائننس کی استوڈنٹ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ خلائی مخلوق جوز میں پر اتری ہے وہ سائنس میں ان کی دنیا سے بہت آگے ہے اور بہت

ترقی یافتہ ہے۔ یہ مخلوق کسی بھی آدمی کے دماغ میں یا جسم کے کسی حصے میں کوئی کمپیوٹر ڈسک فٹ کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔

اس خیال سے کہ عمران خلائی مخلوق کا آذ کار بن گیا ہے اور وہ خلائی مخلوق کے لیے کام کرنے لگا ہے شیبا پر ایک خوف سا طاری ہو گیا۔ عمران تو بڑی تباہی مجا سکتا ہے۔ وہ یہی سوچ ربی تھی کہ ٹیکسی شرگی روشن سرک پر آگئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گارڈی کی رفتار آہستہ کر دی تھی۔ اس نے پوچھا:

”لبی جی قبرستان میں کوئی بھوت دیکھا تھا آپ نے؟“  
شیبا بولی، ”ہاں۔ ایک بھوت دیکھا تھا۔“  
ڈرائیور نے کہا:

”لبی جی! آپ کو رات کے وقت قبرستان میں نہیں جانا چاہتے تھا۔ آپ کا سمجھائی کہاں ہے؟“  
شیبا نے کوئی جواب نہ دیا۔ سامنے پارک کی درمی طرف شیبا کی کوئی تھی۔ اس نے ٹیکسی رکواہی۔ جیب سے کچھ چھپے نکال کر ڈرائیور کو دیے اور کہا:

”مجاہی میرے پاس اس وقت یہی کچھ ہے۔“  
ڈرائیور بولا: ”کوئی بات نہیں لبی جی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہماری جان نجح گئی۔“

یہ کہہ کر ڈرائیور نے گارڈی آگے بڑھا دی۔  
شیبا نے تیز تیز قدموں سے پارک عبور کیا۔ اپنی کوئی میں داخل ہوئی۔ زینے کی سیر ٹھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں آگز کر دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور بے دم سی ہو کر اپنے بستر پر گز پڑی۔ پھر جلدی سے انہے بیٹھی اور کھڑکی کھول کر یقینے سرک پر نکلنے لگی۔ اسے دھر دکا

لگا تھا کہ عمران کسی بھی وقت دربار آ سکتا ہے۔ اس نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور سیڑھیاں پھلانگتی اپنے ڈیڈی مٹی کے کمرے کی طرف دوڑی۔ دروازے پر زدر سے دستک دی۔ کمرے کی بیچ روشن ہو گئی۔ اس کے ڈیڈی کی کرخت آواز آئی:

”کون ہے باہر؟“

شیبا نے کہا:

”میں ہوں ڈیڈی! شیبا!“

دروازہ اسی وقت کھل گیا۔ شیبا جلدی سے اندر آ گئی۔ اسے گھبرائی ہوئی دیکھ کر اس کے مٹی ڈیڈی پریشان ہو گئے۔ ڈیڈی نے پوچھا:

”کیا بات ہے بیٹی؟ تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ کیا کوئی چور آگیا ہے گھر میں؟“

شیبا نے اپنے سانش پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پانی مانگا۔ اس کی مٹی نے اسی وقت جگ میں سے پانی نکال کر دیا۔ شیبا نے پانی پیا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ مٹی نے دوڑ کر دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ اور پوچھا:

”کیا کوئی چور ڈاکو ہے باہر؟“

شیبا نے تنقی میں سر بلائے ہوئے کہا:

”چور نہیں آیا۔ ابھی سارا قصہ سناتی ہوں۔“

اور بھر شیبا نے اپنے ڈیڈی اور مٹی کو سارا واقعہ کھعل کر بیان کر دیا۔ ساری کہانی سننے کے بعد ڈیڈی نے کہا:

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک سانپ آدمی کی طرح بات کرتا ہو؟ یہ تمھارا دہم ہے شیبا۔ عمران تمھارا دہم نہیں ہے اور قبرستان کے شیلوں میں کوئی خلاصی مخلوق بھی نہیں رہتی۔ تم

دونوں پاگل ہو گئے ہو۔ عمران شاید واپس آئے۔ اُسے آنے دو۔ میں اس کے امنی ابو کو فون کر کے یہاں بلا لیتا ہوں۔ وہ تو اپنے بیٹے کی جدایی میں سخت پریشان میں ہے۔ شیبا خاموش رہی۔ وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس پر کوئی اعتبار ہی نہیں کرتا تھا۔ اُس نے بہت کہا کہ کالا سانپ آدمی کی آواز میں بولتا ہے مگر ڈیڈی متی اسے یہی کہتے رہے کہ تم پر کسی آسیب کا سایہ ہو گیا ہے۔ صبح تمھیں کسی پیر صاحب کو دکھائیں گے۔ اب جا کر اپنے کمرے میں سو جاؤ۔ شیبا نے نسمی ہوئی آواز میں کہا:

”میں اپنے کمرے میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔“  
”تو پھر یہیں میرے پلنگ پر سو جاؤ۔“ شیبا کی متی نے کہا۔  
شیبا کے ڈیڈی نے اسی وقت عمران کے گھر فون کر دیا کہ عمران واپس آگیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر میں ہمارے گھر آنے والا ہے۔ آپ لوگ جلدی سے یہاں آ جائیں۔ عمران کی امنی ابو نے یہ خوش خبری سنی تو خوشی سے نہال ہو گئے۔ اسی وقت میکسی پکڑی اور شیبا کی کوٹھی پہنچ گئے۔ شیبا کے ڈیڈی نے انھیں مختصر کر کے بتایا کہ عمران آسی بی قبرستان میں بھٹک گیا تھا۔ شاید وہ کسی خیالی آسیب سے ڈر گیا تھا۔ ابھی یہاں آ جائے گا۔ عمران کے ماں باپ بے چینی سے اپنے بیٹے کی راہ دیکھنے لگے۔

دوسری طرف عمران جب ڈیورڈھی سے نکل کر رات کے اندر میں قبروں میں گیا تو اسے وہاں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ اس نے سوچا کہ شیبا کو دہم ہو گیا تھا کہ قبرستان میں کوئی ہے۔ وہ ایک قبر کے پاس کھڑا تھا کہ اس کے کان میں طوطم کی سرگوشی ہوئی۔ طوطم کی سرگوشی میں ڈانٹ عقی۔

”تم احمد ہو۔ شیبا کو آکیلا چھوڑ کر کیوں آگئے۔ اس کے پاس واپس جاؤ اور اسے لے کر شیلے کے شنگاف میں آؤ۔ ہمارے آدمی دبائ م موجود ہیں۔“

عمران وہیں سے واپس پلتا اور ڈیورڈھی میں آگیا۔ دبائ آگر دیکھا کہ شیبا موجود نہیں تھی۔ اس نے دو تین آوازیں دیں مگر شیبا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ عمران ڈیورڈھی سے باہر نکل آیا۔ عین اس وقت اسے دُور سرہک پر ٹیکسی کے انجن کے اشارت ہونے اور بھر گارڈی کے تیزی سے بھاگنے کی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی فلاٹی چیف کا بیگن ملا۔

”شیبا واپس بھاگ گئی ہے۔ اس کے پیچے جاؤ اور جس طرح بھی ہو اسے لے کر رہ خانے میں پہنچو نہیں تو تمھیں بھسم کر دیا جائے گا۔“

”ایسا نہ کرنا چیف! میں شیبا کے پیچے جاتا ہوں میں اسے لے کر ہی آؤں گا!“

اور عمران قبرستان سے نکل کر شر کی طرف چلا۔

## ساشپا سامنے تھا

عمران جب شیبا کی کوٹھی کے پاس پہنچا تو اس کے کان میں خلائی چیف کی سرگوشی گوئی :

" عمران ! خبردار تھاری بول چال سے یہ ہرگز ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ تم خلائی مخلوق کے لیے کام کر رہے ہو۔ جس طرح پہلے ان لوگوں سے باتیں کرتے تھے اسی طرح باتیں کرنا۔ میں تم سے پھر رابطہ قائم کروں گا۔ یاد رکھو ! تم ہمارے خلائی قاتل میں پر ہو۔ تھیں شیبا کو پکڑ کر ہمارے پاس لانا ہے۔ اور ان لوگوں کو پولیس میں اطلاع نہیں کرنے دو گے۔ کیوں کہ پولیس یہاں آجھی گئی تو اسے کچھ نہیں ملے گا۔ جاؤ ۔"

عمران نے سرگوشی کے سُنن کو پوری توجہ سے دُن۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر دیسی ہی بلکی بلکی مسکراہٹ آگئی جیسے اس کے چہرے پر خلائی مخلوق کے قبضے میں آنے کے سلسلے آیا کرتی تھی۔ اس وقت صبح ہونے والی تھی۔ شر کی سردمگوں پر سبزی پھل اور دودھ لانے والی گاڑیاں چل پڑی تھیں۔ عمران شیبا کی کوٹھی کے دروازے پر آکر مرک گیا۔ اس نے گھنٹے کا بُن دبایا۔

ڈرائینگ روم میں شیبا کی متی ڈیڈی اور عمران کے افی ابتو  
بیٹھے بے چینی سے عران کی راہ دیکھ رہے تھے۔ گھنٹی کی  
آواز پر عران کی افی نے بے احتیاط کہا:

”میرا بیٹا عمران ہی ہو گا یہ“

شیبا کونے والے صوفے میں بیٹھی عجیب نظرول سے بند  
دروازے کی طرف تک رہی تھی۔ شیبا کے ڈیڈی نے اٹھ نکر  
دروازہ کھول دیا۔ باہر عران کھڑا مکرا رہا تھا۔ اس کی افی  
اور ابتو نے آگے بڑھ کر اپنے بیٹے کو گلے لگا لیا۔  
”تم کہاں چلے گئے تھے عران بیٹا۔ اللہ کا شکر ہے تم  
وابس آ گئے یہ“

عران کی افی نے اس کا ما تھا چومنتے ہوئے کہا۔

عران بولا، ”افی جان! میں کہیں بھی نہیں گیا تھا۔ بس  
ایک دوست کے ساتھ شکار کھیلنے چل دیا تھا۔ اب وابس  
آ گیا ہوں یہ“

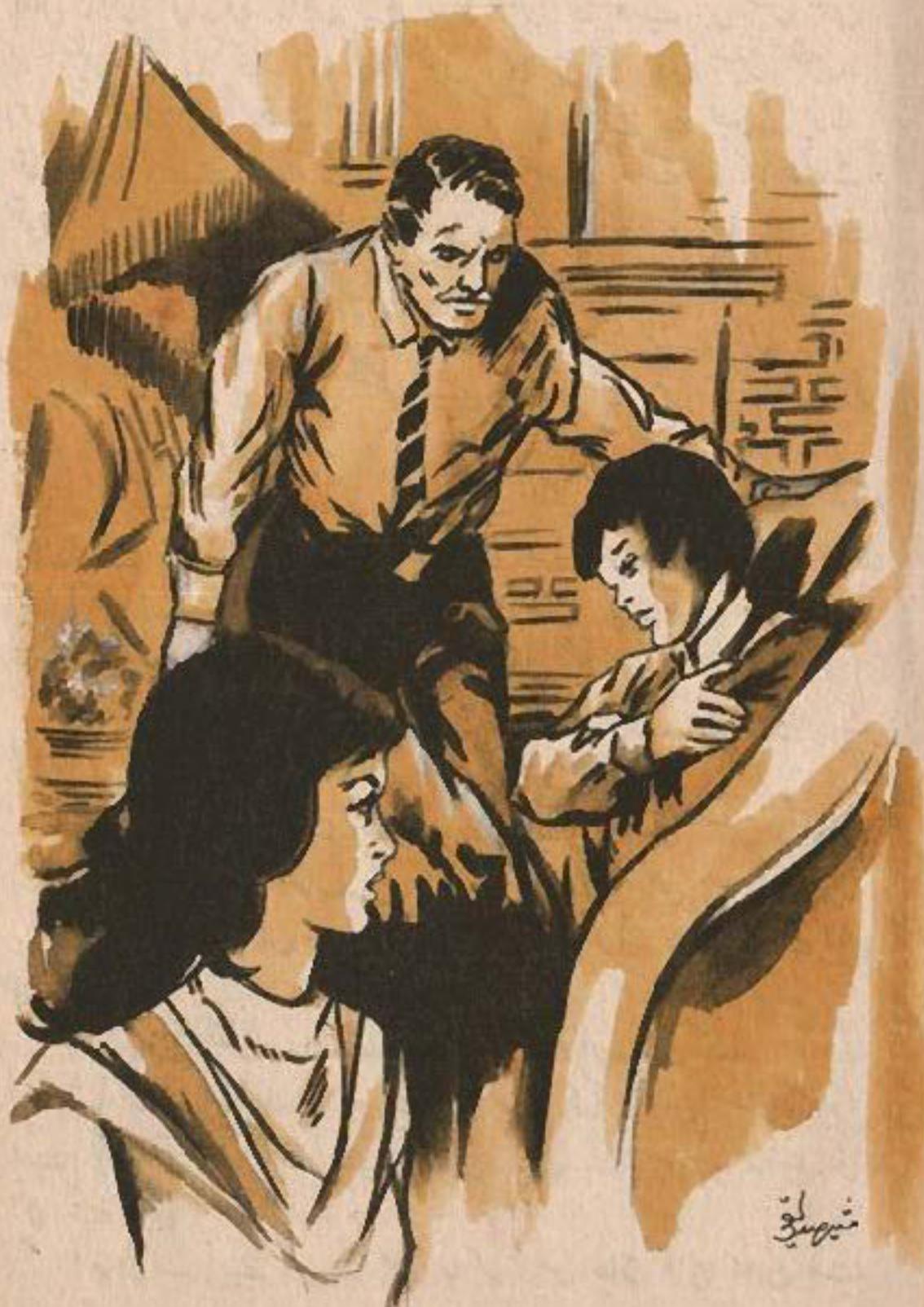
شیبا کے ڈیڈی نے کہا:

”خمر بیٹا یہ شیبا تو کہہ رہی تھی کہ تم دونوں قبرستان کی  
طرف گئے تھے اور وہاں کوئی خلائی مخلوق اُتری ہوئی ہے جس  
نے تم دونوں کو قید کر لیا تھا؟“

عران نے ہنس کر کہا:

”انکل یہ شیبا تو خیالی ہاتیں کرتی ہی رہتی ہے۔ میں تو  
اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گیا تھا۔ اب آیا۔ گھر گیا۔ وہاں  
نوکر نے بتایا کہ آپ شیبا کے گھر آئے ہیں۔ بس یہاں آگیا۔  
کہو شیبا! کیا حال ہے تمھارا؟“

شیبا عجیب الجھن میں پڑ گئی تھی۔ عران کی حالت اب



مشیح

باںکل نارمل تھی۔ وہ باںکل پہلے جیسا عمران تھا دیسے ہی ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی پتھرائی ہوئی نہیں تھیں۔ اس کی آواز بھی کرخت نہیں تھی۔ تو کیا سانپ نے جھوٹ بولا تھا؟ شیبا سوچنے لگی، لیکن سانپ کو جھوٹ بولنے کی کیا فرورت تھی؟ بھی ہو سکتا ہے کہ سانپ کو مغالطہ ہو گیا ہو۔ اسے غلط فہمی ہو گئی ہو۔ عمران کو جب بتایا گیا کہ شیبا بھی نائب ہو گئی تھی اور خلائی مخلوق نے اسے پکڑ کر "خانے میں بند کر دیا تھا اور یہ بڑی مشکل سے بچاگ نہ کنے میں کام یاب ہوئی ہے تو عمران بولا:

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں انکل؟ کون سی خلائی مخلوق، کہاں ہے وہ خلائی مخلوق؟ شیبا نے فرور کوئی خواب دیکھا ہو گا۔ اچھا انکل اب ہم چلتے ہیں۔ میں سخت تھک گیا ہوں۔ اور کے شیبا! شام کو ملیں گے۔ میں سارا دن سوؤں گا۔" میٹھی بیٹھے کے واپس آجائے سے سب خوش تھے۔ شیبا کے دیڈی نے کہا:

"میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ کوئی خلائی مخلوق نہیں اُتری ہے۔ جلا آج کے زمانے میں ایسی باتیں بھی کبھی ہو سکتی ہیں۔ یہ تو فلموں میں آسان سے خلائی مخلوق آیا کرتی ہے۔ اور کے عمران اللہ حافظ!"

اللہ حافظ انکل! اللہ حافظ شیبا!" عمران نے کہا۔ شیبا نے ہاتھ بلاتے ہوئے اللہ حافظ کہا۔ عمران مکرانا ہوا اپنے ابو اُنی کے ساتھ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شیبا کی اُنی کرنے لگی:

"جادہ اب اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ آج کا بعثت

جانا اور یہ خلائی مخلوق والی فضول باتیں اپنے دماغ سے نکال دو۔ اور اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دو۔"

شیبا خاموشی سے سر جھکائے اور پر اپنے کرسے میں آکر پینگ پر لیٹ گئی۔ وہ سوچتے لگی۔ کہیں واقعی یہ سب کچھ دبم ہی تو نہیں ہے کہ اس نے خلائی مخلوق دیکھی ہو۔ وہ ان کی قید میں پھنس گئی ہو اور اسے کالا سانپ وہاں سے نکال لایا ہو۔ اور یہ کہ کالے سانپ نے اسے بتایا ہو کہ عمران خلائی مخلوق کا ساتھی بن چکا ہے اور وہ زمین پر خلائی قابلِ مشن کے لیے کام کرنے لگا ہے۔ شیبا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ سارا معاملہ آپس میں گذشتہ ہو گیا تھا۔ اسے عمران کا مسکانا ہوا چہرہ اور نارمل باتیں یاد آنے لگیں۔ اس نے اپنے دل سے کہا:

"عمران تو بالکل وہی عمران ہے۔ وہ کیسے کسی خلائی مخلوق کا ایجنت بن سکتا ہے۔ یہ سب بھحوٹ ہے۔ عمران بالکل بھیک ٹھاک اور نارمل ہے۔ مجھے یہ باتیں ذہن سے نکال دینی چاہیں شام کو عمران سے باتیں کروں گی۔ اگر واقعی کوئی خلائی مخلوق قبرستان میں آتری ہوئی ہے تو ہم دونوں مل کر اس کو ختم کر دیں گے۔"

اور پھر شیبا گھری نیند میں کھو گئی۔ شام ابھی نہیں ہوئی تھی کہ عمران شیبا کے ہاں آگیا۔ وہ جاگ رہی تھی اور اپنے کرسے میں کمپیوٹر کھولے اس پر خلائی مخلوق کے پہلے سکنل سو دوبارہ فیڈ کر کے اس کا تجزیہ کر رہی تھی۔ عمران اندر داخل ہوا تو شیبا کو کمپیوٹر پر بیٹھے دیکھ کر ٹھہر کیا۔ اس کے کافیوں میں خلائی چیف کا سکنل آیا۔

”شیبا! تمہاری دشمن ہے۔ میں اس کی تلاش ہے۔ میں اس کی ضرورت ہے۔ اسے ہماری خفیہ کیس گاہ میں لانا ہے مگر خوب ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔ جاؤ۔ آگے بڑھو۔“

شیبا نے مرد کر عمران کو دیکھا۔ عمران نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ طاری کر لی تھی۔ شیبا نے عمران کی مسکراتی ہوئی شکل دیکھی تو اس کے بارے میں جو شک شہی باقی رہ گئے تھے وہ بھی نکل گئے۔ وہ بالکل نارمل اور مسکراتا ہوا پہلے جیسا عمران تھا۔ شیبا نے بھی مسکراتے ہوئے عمران سے پوچھا:

”کب تک سوئے رہے؟ میں تو کافی سوئی ہوں۔“  
عمران کری کھینچ کر شیبا کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی نظر میں کپیوٹر کی اسکرین پر جم گئیں۔

”یہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے پوچھا  
شیبا کی انگلیاں کپیوٹر کے پیبل پر چل رہی تھیں۔ کہنے لگی:  
”میں جاتی ہوں صبح تم نے ڈیڈی ممی سے جو باتیں کیں  
وہ عین مصلحت کے مطابق تھیں۔ تمھیں ان لوگوں سے چھپ کر اپنے طور پر خلائی مخلوق کا مقابلہ کرنا اور اپنی دنیا اور اپنے ملک کو ان کے ناپاک قاتل میش سے بچانا ہو گا۔ کیوں کہ یہاں کوئی بھی ہماری باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ نہ ہمارے ڈیڈی ممی نہ پولیس والے۔“

عمران کپیوٹر کی اسکرین کو تک رہا تھا جہاں خلائی سگنل ابھر رہے تھے۔ اس نے پوچھا:

”مگر تم یہ کیا کر رہی ہو؟“

شیبا بولی:

”پڑانے سگنل کے پیغام کا تجزیہ کر رہی ہوں۔ میں اس

خلائی مخلوق کی کوئی کم زور رگ پکڑنا چاہتی ہوں جس سے ہم ان کے سیارے سے آنے والے سگنلز کو خلا میں ہی منتشر کر دیں اور یوں زمین پر اُتری ہوئی اس سیارے کی مخلوق بے یار و مددگار بن کر رہ جائے۔ پھر وہ بماری دنیا کے خلاف کوئی خطرناک قدم نہیں اٹھا سکے گی۔ کیوں کہ اس مخلوق کو اپنے سیارے سے ہی طاقت مل رہی ہے۔“

عمران خاموشی سے شیا کی گردان پر گجرے ہوئے بالوں کو لٹک رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک ہی خیال گردش کر رہا تھا کہ کس طرح سے وہ شیا کو یہاں سے اٹھا کر آیسی قبرستان میں لے جائے اور خلائی مخلوق کے حوالے کر دے۔ شیا نے کمپیوٹر کے پینل پر سے انگلیاں ہٹا لیں اور گرسی کو گھاتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

”عمران! ایک بات سچ سچ بتاؤ گے؟“

”پوچھو!“ عمران نے نقلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

شیا نے عمران کی طرف ایک لمحے کے لیے گھور کر دیکھا۔

پھر پوچھا:

”تم رات مجھے آیسی قبرستان میں کیوں لے گئے تھے؟“

عمران نے فوراً جواب دیا:

”اس لیے کہ ہم خلائی مخلوق کے خفیہ ٹھکانے میں آگ لگا کر اسے تباہ کر سکیں۔ مگر تم وہاں سے اچانک غائب ہو گئیں۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم وہاں سے بھاگ کیوں آئیں؟“

شیا نے کہا:

”اگر میں سچ بولوں تو تم یقین کرو گے؟“

”کیوں نہیں ہے“ عران بولا، ”کہو ایسی کون سی بات ہو گئی تھی؟“  
شیبا کہنے لگی :

”تمہارے جانے کے بعد مجھے کلے سانپ نے دبائ آ کر بتایا کہ عران خلائی مخلوق کا جاسوس بن چکا ہے۔ وہ خلائی مخلوق کے لیے کام کرنے لگا ہے۔ وہ تمہارا دشمن ہے۔ وہ تمہیں بیاں خلائی مخلوق کے حوالے کرنے کے لیے لایا ہے۔ بس یہ سن کر میں ڈر گئی اور دبائ سے بھاگ نکلی۔“

عران نے ایک ہلکا ساقہ تھہ لگایا۔ بولا:

”تم بھی کتنی نادان ہو۔ ایک سانپ کی بات کا تم نے اعتبار کر لیا اور مجھ پر بھروسہ نہ کیا۔ سانپ اول تو انسانوں کی طرح بات نہیں کر سکتا۔ اگر تمہیں یہ وہم ہے کہ سانپ بولا تھا تو اس نے جھوٹ بولا تھا۔ اس نے تمہیں میرے خلاف کرنے کی کوشش کی تھی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں گے کہ ہو سکتا ہے کالا سانپ بھی خلائی مخلوق ہو۔ چنان چہ اس نے رات خلائی خفیہ کیں گاہ تباہ ہونے سے بچا لی۔ اگر وہ تمہیں میرے خلاف کر کے دبائ سے نہ بھگتا تو ہم خلائی شکانا تباہ کر چکے ہوتے۔“  
شیبا کو کچھ کچھ عران کی باتوں کا اعتبار آنے لگا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے سانپ کوئی خلائی مخلوق ہی ہو۔  
ان کا اپنا ہی کوئی آدمی ہو۔ وہ بولی:

”ٹھیک ہے عران! میں تم پر بھروسہ کرتی ہوں۔ رات میں نے غلطی کی جو سانپ کی باتوں میں آ گئی۔ اب ہم ایسا کرتے ہیں کہ پولیس انپکٹر کے پاس جا کر ساری بات بیان کرتے ہیں۔ بلکہ اسے اپنے ساتھ لے کر قبرستان کے ٹیلوں میں لے جا کرو۔ شکاف دکھاتے ہیں جہاں سے خلائی کیں گاہ کو راستہ جانا ہے۔“

عمران بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ سیکرٹ کیپسوں نے اس کے ذہن کو اپنے کنٹرول میں کر رکھا تھا اور خلائی کیس گاہ میں بیٹھا طوطم چیف بھی اپنے کپیلوڑ سے اسے کنٹرول کر رہا تھا۔ عمران کو خاص طور پر بدایت کی گئی تھی کہ یہ معاملہ پولیس تک برس گز نہ پہنچنے دیا جائے۔ چنان چہ عمران نے فوراً شیبا کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہا :

”پولیس نے ہماری بات پہلے کب مانی ہے جواب ملنے کی۔ وہ ہمارا مذاق اڑاٹی رہی ہے۔ پولیس انپکٹر تو ہمیں پاگل سمجھتا ہے۔“

”پھر تمھارا کیا مشورہ ہے۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے نہیں تو خلائی مشن نے ایک بار اپنا قاتل منصوبہ شروع کر دیا تو کچھ معلوم نہیں وہ ملک میں کیا تباہی لائے گی۔“

شیبا نے فکر مند انداز میں کہا۔ عمران بولا :

”اس کی ایک ہی ترکیب ہے کہ کسی طریقے سے خلائی مخلوق کی خفیہ کیس گاہ کو تباہ و بر باد کر دیا جائے۔ اسی غرض سے میں تمھیں رات کو اپنے ساتھ لے گیا تھا، مگر تم نے سارا منصوبہ خاک میں ملا دیا، لیکن میں کہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے مجھے یقین ہے کہ خلائی مخلوق ابھی تک اپنے سیارے سے واپس زمین پر نہیں آئی ہو گی۔ ان کی کیس گاہ خالی پڑی ہو گی۔“

”پھر عمران نے شیبا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا :“

”شیبا! میں تو کہتا ہوں کہ ہم رات کو دوبارہ قبرستان والے ٹیلوں میں چلتے ہیں۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔ ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔“

شیبا دل میں عمران کی تجویز کو کچھ کچھ مان گئی تھی۔ کہنے لگی:

"لیکن عمران اگر ہم پولیس انپکٹر اور پولیس پارٹی کو بھی ساتھ لے چلیں تو خلائی قسمیں گاہ کو تباہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ پولیس کے پاس تو دستی ہم بھی ہوتے ہیں"۔

عمران پولیس کے نام سے ایک دم جیسے چیخنے لگا:

"پولیس! پولیس! پولیس! تم اس کا بار بار کیوں ذکر کر رہی ہو؟ شیبا عمران کی غصیلی آواز سے در سی ٹھنی۔ عمران کو بھی فوراً محسوس ہو گیا کہ اسے اتنی اونچی آواز میں نہیں بولنا چاہیے تھا۔ فوراً زم رجھ میں کہنے لگا:

"آئی ایم سوری شیبا! دراصل میں اس بات سے بڑا پریشان ہوں کہ خلائی مخلوق ہمارے ملک میں عتیرب بہت بڑی تباہی مچانے والی ہے۔ میں جتنی جلدی ہو سکے انھیں تباہ کر دینا چاہتا ہوں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پولیس ہماری کوئی مدد نہیں کرے گی۔ وہ ہمیں پاگل سمجھتی ہے۔ اس لیے مجھے پولیس کے نام پر غصہ آگیا تھا۔"

شیبا مسکرا دی۔ کہنے لگی۔

"تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ تم پہلے قبرستان والے ٹیکے میں جا کر معلوم کرو کہ اگر خلائی مخلوق زمین پر آزگی ہوگی تو پھر میں بھی ہمارے ساتھ چلی چلوں گی۔"

عمران کے ذہن میں سگنل آیا کہ ٹھیک ہے۔ اسے جھانز دو اور پچھے دیر کے لیے اس سے الگ ہو جاؤ۔ پھر واپس آکر کہ دینا کہ خلائی مخلوق ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی جا کر پتا کر کے آتا ہوں تم یہیں رہنا۔ اگر خلائی مخلوق دہاں پر ن آئی ہوئی ہوگی تو میں تمھیں واپس آکر اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ بات دراصل یہ ہے شیبا

کے بیک وقت زمین کے اندر پھیلی ہوئی تین ییوریٹریوں کو میں  
اکیلا تباہ نہیں کر سکتا۔ میرے ساتھ تمہارا جانا بہت ضروری ہے۔“  
شیبا نے کہا:

”میں کب انکار کرتی ہوں عمران! یہ تو ہمارا انسانی مشن ہے۔  
میں ضرور تمہارے ساتھ چلوں گی۔“  
”میں ابھی جا رہا ہوں۔“

یہ کہ کہ عمران شیبا کے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جانتے  
ہی شیبا ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئی کہ آخر عمران اسے اپنے  
ساتھ لے جانے پر اتنی صد کیوں کر رہا ہے۔ رات بھی اُس  
نے ایسی ہی صد کی بھی۔ کہیں سانپ نے بھیک ہی تو نہیں کہا تھا؟  
شیبا جلدی سے اٹھی اور دروازے سے نکل کر کوٹھی  
کے باہر آگئی۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ عمران قبرستان والے ٹیلوں  
کی طرف جاتا بھی ہے یا نہیں۔ اس وقت شام کا اندرھیرا رات  
کی تاریکی میں گھل مل رہا تھا۔ شہر کی عمارتوں اور سڑکوں کی  
بیان روشن ہو گئی تھیں۔ شیبا کی نظر عمران پر پڑی۔ وہ کوٹھی  
کے سامنے والے پارک میں سے گزر رہا تھا۔ شیبا نے کچھ فاصلہ  
رکھ کر اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ عمران پارک سے نکل کر  
سرماں پر آگیا۔ سرماں پر وہ کچھ دور تک چلتا گیا۔ جب اسے  
یقین ہو گیا کہ اب شیبا کی کوٹھی سے کوئی نہیں دیکھ سکتا  
تو قبرستان والی سرماں پر جانے کی بجائے اس کچھ راستے پر مردگا  
جو ایک فیکٹری کی طرف جاتا تھا۔

شیبا نے عمران کو قبرستان کی بجائے دوسرا طرف فروختے دیکھا  
تو اس کا ماہقا ٹھنکا۔ وہ برابر اس کا پیچھا کرتی رہی۔ عمران  
فیکٹری کے قریب جا کر ایک پرانے تالاب کے پاس مڑک گیا۔ یہاں

ایک پتھر کا چبوترہ بنا ہوا تھا۔ عمران اس چبوترے پر بیٹھ گیا۔ اب تو شیبا کو پکا نہیں ہو گیا کہ عمران خلائی مخلوق کے کنڑول میں ہے اور اسے اپنے ساتھ لے جا گر خلائی مخلوق کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ سانپ نے ٹھیک کہا تھا۔ شیبا دہیں سے واپس پلٹی اور تیز تیز قدموں سے چلتی اپنی کوٹھی کی طرف جانے کی بجائے ایک چھوٹا سا پل عبور کر کے گندے نالے دلے باغ کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اس کے کالج کے سانس کے پروفیسر رضوی صاحب باغ کے دوسری طرف رہتے تھے۔ شیبا نے پہلے بھی سوچا تھا کہ وہ خلائی مخلوق کے بارے میں اپنے سانس کے پروفیسر رضوی صاحب سے بات کرے گر اسے موقع نہیں ملا تھا۔ مگر اب ان سے بات کرنی ضروری ہو گئی تھی۔ کیوں کہ عمران خلائی مخلوق کے کنڑول میں آکر ایک خطناک انسان میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ کسی بھی پل یا ایر پورٹ میں بم لگا کر اسے تباہ کر سکتا تھا۔ وہ شر کی کسی بھی رڑکی یا سکسی اہم شخصیت کو درگلا کر خلائی مخلوق کے حوالے کر سکتا تھا۔ پروفیسر رضوی کی چھوٹی سی کوٹھی کے ڈرائیگ روم میں روشنی ہو رہی تھی۔ شیبا نے گھٹھی بجائی۔ نوکر نے آکر دروازہ کھولا۔ وہ شیبا کو پہچانتا تھا۔ شیبا نے پوچھا۔

"پروفیسر صاحب گھر پر ہیں کیا؟"

نوکر بولا، "بال بیٹی وہ گھر پر بی بی میں آجائو۔"

پروفیسر رضوی کی عمر پچاس کے قریب تھی۔ بال سفید ہونے لگے تھے۔ چھرے پر بڑی سخیدگی رہتی تھی۔ وہ یعنک لگاتے تھے اور انھوں نے شادی نہیں کی تھی اور کوٹھی میں اکپلے ہی رہ رہے تھے۔ اس وقت پروفیسر رضوی ڈرائیگ روم میں اکپلے سٹھنے چائے کی پیالی سامنے رکھے شام کا اخبار پڑھ رہے تھے۔ شیبا کو دینکھا

تو مسکلتے ہوئے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔  
 "آؤ بیٹھ شیبا۔ آ جاؤ۔ بھتی آنے سے پہلے فون کر دیا ہوتا۔  
 بیٹھو۔ بیٹھو۔"

پھر انھوں نے نوکر سے شیبا کے لیے چائے لانے کو کہا۔

"ہاں بیٹھ بتاؤ۔ کافی کی پڑھائی کیسی جاری ہے؟"

شیبا تیز تیز چل کر آئی تھی اس کا سانس کچھ عصولا ہوا تھا۔

پروفیسر نے پوچھا:

"کیا بات ہے بیٹھی تم دوڑتی ہوئی آئی ہو کیا؟ چہرے سے بھی تم مجھے کچھ پریشان سی لگتی ہو۔"

شیبا نے گمرا سانس بھرتے ہوئے کہا:

"پروفیسر صاحب! اس وقت میں آپ سے ایک ایسی بات کرنے آئی ہوں جس پر آپ کو شاید یقین نہیں آئے گا۔ مگر اللہ کے لیے یقین کیجئے گا کہ اس بات کا ایک ایک لفظ سچا ہو گا۔"

پروفیسر رضوی نے شیبا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"تم بات تو بتاؤ بیٹھی۔ میں جانتا ہوں تم نے کسی جھوٹ نہیں بولा۔ تم ایک نیک بچہ ہو اور نماز پڑھتی ہو۔ روزے رکھتی ہو۔ پھر تم جھوٹ کیوں بولوگی۔ کہو کیا بات ہے؟"

شیبا نے جلدی جلدی شروع ہے لے کر آخر تک ساری کمانی بیان کر دی۔ پروفیسر رضوی شیبا کے بیٹھنے سے نکلنے والا ایک ایک لفظ بڑے خورے کی رہے تھے۔ جب شیبا نے اپنی بات ختم کی تو بڑی مایوسی کے انداز میں بولی:

"مجھے یقین ہے پروفیسر صاحب آپ یہی سوچ رہے ہوں گے کہ شاید میں پاگل ہو گئی ہوں یا شاید مجھ پر کسی جھوٹ پرست کا سایہ ہو گیا ہے جو میں نے اس قسم کی کہانی آپ

کو سُنائی؟"

پروفیسر رضوی اٹھ کر ٹھلنے لگے۔ اس دوران تو کر چائے رکھ گیا تھا جو شیبا کے سامنے پڑی پڑی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ پروفیسر ٹھلنے شلتے ہو کے، شیبا کی طرف گردن گھٹای اور کہا:

"فوراً اپنے گھر چلے فون کرو اور اپنے ڈیڈی متحی سے کہو کہ اگر عمران آئے تو اسے یہ کہا جائے کہ شیبا کی ایک سیلی کے ابو کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ وہاں تھی ہے۔"

شیبا کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ پروفیسر رضوی پہلے شخص تھے جنہوں نے شیبا کی باتوں پر یقین کر لایا تھا۔ اس نے فوراً گھر فون کر دیا۔ دوسری طرف سے اس کے ڈیڈی بوسے۔ شیبا نے کہا:

"ڈیڈی! اگر عمران آ کر میرے بارے میں پوچھے تو کہے گا کہ میری ایک سیلی کے ابو کا انتقال ہو گیا ہے اور میں ان کے ہاں تھی ہوں۔"

ڈیڈی نے پوچھا:

"مگر بیٹا وہ تھا ریسی کہاں رہتی ہے؟ کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے۔"

شیبا نے کہا:

"ڈیڈی! میں ابھی آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی۔ میں پروفیسر رضوی صاحب کے پاس بیٹھی ہوں۔ اللہ کے لیے عمران کو یہ بزرگ نہ بتائیے گا کہ میں پروفیسر صاحب کے پاس ہوں۔ یہ بہت ضروری ہے ڈیڈی۔ میں گھر آ کر آپ کو سب کچھ بتا دوں گی۔ لیجیے پروفیسر صاحب سے بات کریں۔"

پروفیسر رضوی نے رسیور کان کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا:

”ہاں نقوی صاحب شیبا بیٹی میرے پاس ہے۔ بات بی کچھ ایسی ہے کہ ابھی آپ کو تکھو نہیں بتا سکتا۔ بہر حال آپ عمران کو یہ نہ بتائیں کہ شیبا بیٹی میرے پاس ہے؟“ پروفیسر نے فون بند کر دیا اور صوفی پر بیٹھنے ہوئے گھری دیکھی۔ پھر شیبا کی طرف دیکھ کر کہا：“ یہیں کسی طریقے سے عمران کا ایکس رے لینا ہو گا۔ تبھی معلوم ہو سکے گا کہ اس کے جسم میں اگر خلائی مخلوق نے کوئی خفیہ ڈسک لگائی ہے تو وہ کہاں لگائی ہے؟“

## سینل غائب ہو گئے

شیبا پروفیسر رضوی کی طرف دیکھنے لگی۔ پروفیسر رضوی نے کہا:

”وہ سانپ والی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ میں سائنس کا پروفیسر ہوں۔ میں عمران کا ایکس رے کر کے اس بات کا ثبوت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ عمران کے جسم میں واقعی خلائی مخلوق نے کوئی خفیہ آکار لگایا ہوا ہے۔“

”لیکن عمران کا آپ ایکس رے کسے لیں گے؟ وہ تو اس پر کبھی تیار نہیں ہو گھا۔“ شیبا نے کہا۔

پروفیسر کچھ سوچ کر بولا:

”اس کے لیے بھیں ایک ایکسیم پر عمل کرنا پڑے گا۔“

پھر کچھ دیر غور کرنے کے بعد پروفیسر رضوی کہنے لگا:

”میرا ایک سرجن گرا دوست ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔ ہم اسے اپنے اعتماد میں لیں گے وہ بھارا بڑا اچھا ہم راز ثابت ہو گا۔ تھیں کسی بھانے عمران کو سرجن حمید کے پرائیورٹ کلینک میں لانا ہو گا۔ اس کے بعد وہ صورت حال کو خود سنبھال لے گا۔“

اب شیبا سوچنے لگی کہ وہ عمران کو کیسے سرجن حمید کے کلینک

میں لائے۔ آخر ایک ترکیب شیبا کے ذہن میں آگئی۔ اس نے پروفیسر رضوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا :

”ٹھیک ہے میں عمران کو لے آؤں گی۔ آپ بجھے سرجن حمید کے کلینک کا پتا اور وقت بتا دیں۔“

پروفیسر نے شیبا کو اپنے دوست ڈاکٹر کے کلینک کا ایڈریس بتایا اور کہا :

”اپنے اس سرجن دوست کو میں نے اس پیچھا ہے کہ اگر یہ معلوم ہو گیا کہ عمران کے بدن میں خلائی مخلوق نے کوئی خپیہ شے پیوست کر رکھی ہے تو اسی وقت اپریشن کر کے وہ شے باہر نکالی جا سکے گی۔“

شیبا کو یہ ایکیم بہت پسند آئی۔ اس طرح سے عمران کو خلائی مخلوق کی قید سے آزاد کیا جا سکتا تھا۔ شیبا صوفے سے اُٹھنے ہوئے بولی :

”اب میں عمران کی طرف جاتی ہوں۔ وہ ضرور اپنے گھر پر ہی ہو گا۔“

پروفیسر رضوی نے بھی صوفہ چھوڑ دیا اور بولا :

”بس تم ایک گھنٹے کے اندر اندر کلینک پہنچ جاؤ میں وہیں جا رہا ہوں۔“

شیبا اپنے پروفیسر صاحب کو سلام کر کے اپنے گھر کی طرف چل دی۔ گھر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ عمران اس کی تلاش میں وہاں آیا تھا اور جب اسے بتایا گیا کہ شیبا کی سیلی کے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ وہاں گئی ہے تو عمران سخت مایوسی کے عالم میں واپس چلا گیا تھا۔ شیبا کے ڈیڈی نے پوچھا :

”آخر ہر کیا معاً ہے شیبا۔ بیٹی۔ کچھ بھیں بھی تو بتاؤ۔“

شیبا نے کہا، ”ڈیڈی وقت آنے پر میں آپ کو سب کچھ بنا دوں گی۔ ابھی پلیز مجھے اپنی اسکیم پر آزادی سے عمل کرنے دیں“ ڈیڈی نے کہا، ”بیٹھی مجھے تو صرف تمہاری نکر ہے کہ کسیں تھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔“

شیبا نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا :

”ڈیڈی! اللہ میری حفاظت کرے گا۔ میں نیکی اور سچائی کی راہ پر ہوں اور سچے دل سے اپنے وطن کے لوگوں کی خدمت کر رہی ہوں اور انھیں آنے والی ایک زبردست تباہی سے بچانے کی جدوجہد کر رہی ہوں۔ مجھے اللہ پاک پر بھروسہ ہے۔ مجھے کچھ نہیں ہو گا۔“

”اللہ تمہاری حفاظت کرے بیٹھی۔“ ڈیڈی نے شیبا کو دعا دی۔ شیبا اسی وقت اپنے کمرے میں گئی۔ ٹیلے فون کا نمبر گھما�ا اور عمران کے کمرے میں فون کی گھنٹی بج آئی۔ عمران اپنے کمرے میں دونوں ہاتھ پکش پر رکھے ہے چین سے شل رہا تھا۔ گھنٹی بجی تو اس نے رسیور اٹھا کر کہا، ”سیلو۔“ دوسری طرف سے شیبا کی آواز آئی تو عمران کی پتھرائی ہوئی آنکھیں چمک انھیں۔ وہ بے اختیار بولا :

”تم کہاں چلی گئی تھیں شیبا؟“

شیبا نے کہا، ”ڈیڈی نے تھیں بتایا نہیں کیا۔ عمران میری ایک بڑی بی پیاری سیلی کے ابو فوت ہو گئے تھے۔ میں ابھی ابھی دویں سے آرہی ہوں اور اب ایک ڈاکٹر کے کلینک میں جا رہی ہوں۔ وہاں میری سیلی باپ کے صدائے سے بے ہوش پڑی ہے۔ نم بھی میرے ساتھ چلو۔ پھر ہم وہاں سے قبرستان والے دیلوں کی طرف چل دیں گے۔“

شیبا نے ایک ہی سانس میں عمران کو اپنی تجویز بیان کر دی۔ اسے یقین تھا کہ عمران اس کے ساتھ کلینک جانے پر ضرور تیار ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ عمران نے کہا:

"تم گھر پر بیٹھیرو۔ میں آ رہا ہوں یہ"

شیبا نے فون کا رسیور رکھ دیا اور عمران کا انتظار کرنے لگی۔ پندرہ منٹ بعد پاہر ایک ٹیکسی آ کر رکی۔ شیبا نے کھڑکی میں سے دیکھا۔ عمران ٹیکسی سے اتر کر پہنچنے والے مشینی انداز میں قدم اٹھاتا شیبا کی کوئی کے چھوٹے سے گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شیبا کھڑکی سے ہٹ گئی۔ اس نے جلدی جلدی اپنے بالوں میں بُرُغ پھیرا اور اپنا پرس اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھتی۔ عمران زینہ چڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شیبا کو دیکھتے ہی وہی نقل مشینی انداز کی مسکراہٹ آ گئی۔ شیبا اس خطرناک مسکراہٹ سے بڑی خوف زدہ تھی۔ اس نے بھی مسکراتے ہوتے کہا:

"سوری عمران! تھیں میرا انتظار کرنا پڑا۔ چلو کلینک کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں میں اپنی سیلی کو دیکھ لوں۔ پھر قبرستان پڑے چلیں گے۔"

"او۔ کے؟" عمران نے آہستہ سے کہا اور وہی سے زینہ کی طرف مڑا گیا۔ نچے گیٹ کے سامنے ٹیکسی اس نے کھڑکی کروا رکھی تھی۔ وہ ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔ شیبا نے ڈرائیور کو پروفیر رضوی کے دوست سرجن حسید کے کلینک کا ایڈریس بتایا اور ٹیکسی شرک کے بارونق بازاروں میں سے گزرتی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

شیبا نے راستے میں ایک ڈکان کے آگے ٹیکسی گکوا کر اپنے لیے ایک رومال خریدا۔ دراصل وہ جان بوجھ کر دیر کر رہی تھی

تاکہ اتنی دیر میں پروفیسر رضوی اپنے سرجن دوست کو عمران کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔ شیبا نے پندرہ منٹ دُکان میں ہی لگا دیے۔ عمران ٹیکسی کی کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر بولا:

"شیبا! اب آ جاؤ۔ دیر ہو رہی ہے۔"

اور شیبا دُکان سے نکل کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

"سوری عمران! میں روپاں کمرے میں ہی بھول آئی تھی۔ چلو ڈرامہوں" اور ٹیکسی چل پڑی۔ ڈاکٹر کا کلینک شہر سے شمالی کنارے پر ایک خاموش اور الگ محلگ جگہ پر واقع تھا۔ دہاں کوئی زیادہ رُش بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ ڈاکٹر کے مریض دیکھنے کا وقت نہیں تھا۔ شیبا عمران کو لے کر ڈاکٹر کے کمرے میں آ گئی۔ دہاں پروفیسر رضوی پہلے سے بیٹھے تھے۔ سرجن حمید بھی موجود تھا۔ شیبا نے عمران کا ڈاکٹر سے تعارف کروایا اور بولی:

"میری سیلی کا کیا حال ہے؟"

یہ ساری باتیں شیبا نے پروفیسر رضوی کو پہلے سے بتا دی تھیں کہ وہ دہاں اپنی فرضی بیمار سیلی کو دیکھنے کا بہانہ بنانے کے آئے گی۔ سرجن ڈاکٹر نے کہا:

"اسے ابھی ابھی ہوش آیا ہے۔ تم اس سے ملن سکتے ہو۔"

پھر ڈاکٹر نے سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق عمران سے کہا:

"مشتر عمران! آپ بھی آ جائیں۔"

عمران کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ شیبا کے ساتھ ہی جائے۔ وہ اب شیبا کو ایک پل کے لیے بھی اپنی نظروں سے اوچل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پروفیسر رضوی خاموشی سے گزری پر بیٹھے یہ سارا ڈرامہ دیکھنے رہے۔ یہ ساری اسکیم انھوں نے ہی تیار کی تھی۔

مرجن حمید اپنے ساتھ شیبا اور عران کو لے کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک صوف پڑا تھا۔ سامنے کسی کمرے کا دروازہ تھا۔ ڈاکٹر نے عران سے کہا:

”آپ یہاں تشریف رکھیں۔“

اور ساتھ ہی شیبا سے کہا:

”تم اندر جا کر اپنی سیلی سے مل و مگر پانچ منٹ سے زیادہ اس کے پاس مت بیٹھنا اور زیادہ باتیں بھی نہ کرنا۔“  
شیبا بولی، ”لہشیک ہے ڈاکٹر صاحب۔“

اور شیبا دوسرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ عران وہی پاہر ولے کمرے کے صوف پر بیٹھ گیا۔ مرجن حمید بھی دہیں بیٹھ گیا اور عران سے موسم تھے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ اس کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی ڈاکٹر نے اپنے سفید کوٹ کی جیب میں ایک چھوٹی سی انگلشن گن رکھ لی تھی۔ اس گن کا ٹرینگر دبانے سے مرتضی کے بازو پر ٹیک لگایا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت ڈاکٹر نے اس انگلشن گن میں ایک ٹرینکولا ایزر یعنی فوری بے ہوش کر دینے والا کپسول ڈال رکھا تھا۔ شیبا جس چھوٹے سے کمرے میں اپنی فرضی سیلی کی مزاج نیزی کے لیے داخل ہوئی تھی وہاں سوائے گئے کے ڈبوں اور کاٹھ کبار کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ اس کے سوراخ سے آنکھ لگا کر ساتھ والے کمرے میں دیکھنے لگکی۔

ڈاکٹر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے عران سے باتیں کر رہا تھا۔ عران صرف ہول پاں میں جواب دے رہا تھا۔ اس کے چھرے پر پہلے جیسی سختی آئی ہوئی تھی۔ مرجن حمید باتیں کرتے کرتے اٹھا اور بولا:

"میں آپ کو یورپ سے آیا ہوا ایک تازہ مددگار رسالہ دکھاتا ہوں جس میں ہمارے اس شہر کی فضائی آلووگی کے بارے میں ایک بڑا معلوماتی مضمون چھپا ہے۔"

عمران بے زاری سے یہاں رہا۔ اسے ڈاکٹر کی باتوں اور اس کے رسائل سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ وہ تو شیبا کے باہر نکلنے کا بے چینی سے انتقال کر رہا تھا۔ سرجن حیدر عمران کے صوفے کے پچھے آگیا۔ یہاں ایک الاری رکھی تھی۔ ڈاکٹر نے الاری کو کھولا اور بامیں کرتے ہوئے اس میں سے یوں ہی چیزیں رسالہ تلاش کرنے لگا۔ دراصل وہ عمران کی گردن کا نشانہ باندھ رہا تھا۔ اس نے کوٹ کی حیب میں سے انجکشن گن نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔ پھر اس نے یہ کہہ کر الاری بند کر دی کہ رسالہ کوئی لے گیا ہے۔ تیزی سے پٹا اور انجکشن گن کا منہ عمران کی گردن کے پاس لے جا کر ڈریگر دبا دیا۔ محلہ کی آواز کے ساتھ گن میں سے انجکشن کی سوئی نکل کر عمران کی گردن میں گنس گئی۔ سوئی گھستے ہی اس کے خون میں بے ہوشی کی دوائی داخل ہو گئی۔ یہ سب کچھ ایک سینہ میں ہو گیا۔ دوائی اتنی تیزی سے اثر کرنے والی تھی کہ اس سے پہلے کہ عمران کو کچھ پتا چلتا اس کا دماغ سُن ہو گیا اس کی گردن ڈھلک گئی اور وہ بے ہوش ہو کر وہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

یہ دیکھ کر شیبا علیہ سے باہر آگئی۔ سرجن حیدر نے کہا: "یہ کم از کم چھے لگھنے تک بے ہوش رہے گا اس سے پہلے اسے ہوش نہیں آئے گا۔ اسے ساتھ والے کمرے میں لے جانا ہو گا۔"

دونوں نے بے ہوش عمران کو صوفے پر سے اندازیا اور ساتھ

وائے کمرے میں لے جا کر زمین پر لٹا دیا۔ پھر دروازے کو تالا لگا دیا گیا۔ ڈاکٹر اور شیبا کلینک کے اسی کمرے میں آگئے جہاں پروفیسر رضوی بیٹھے ہے چین سے اپنی انگلیاں چھوڑ رہے تھے۔ ڈاکٹر اور شیبا کو دیکھتے ہی پوچھا:

”کیا ہوا؟“

ڈاکٹر نے مسکا کر کہا:

”عمران اسٹور روم میں بے ہوش پڑا ہے اسے چھے گھنٹے سے پہلے ہوش نہیں آئے گا۔ کھوڑی دیر میں میں کلینک بند کرنے والا ہوں۔ اس کے بعد تم عمران کا اپرشن کریں گے۔“

شیبا اور پروفیسر کلینک میں ہی بیٹھے رہے۔ جب کلینک بند ہونے کا وقت بو کیا تو سرجن حمید نے اپنے کپاونڈر کو چھپنی دے دی۔ اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر نے دروازہ لاک کیا اور پروفیسر سے کہا:

”پروفیسر تھیں میرا ہاتھ بٹانا ہو گا۔ آپ لوگ میرے ساتھ آئیں۔“ کلینک کے سب سے پچھلے کمرے میں سرجن حمید کا اپرشن تھیڑھ تھا۔ یہاں وہ چھوٹے موٹے اپرشن کیا کرتا تھا۔ بے ہوش عمران کو اسٹریچر پر ڈال کر وہ سب سے پہلے ایکس رے روم میں لے آتے۔ یہاں عمران کو ایکس رے مشین کے نیچے پہلے سیدھا لٹا کر اس کا ایکس رے لیا گیا۔ ایکس رے بالکل صاف تھا۔ اس میں کوئی شے رکھی ہوئی نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر عمران کی کھوڑی کا ایکس رے لیا گیا۔ کھوڑی میں بھی کچھ نہ ملا۔ اس کے بعد عمران کو اسٹریچر پر اٹا ڈال کر جب ایکس رے لیا گیا تو ڈاکٹر یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ عمران کی رڑھ کی ہڈی کے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹکپسول پیوسٹ تھا۔ ڈاکٹر نے ایکس رے شیبا اور پروفیسر کو دکھایا۔ شیبا نے کہا:

”ڈاکٹر! یہی وہ کیپسول ہے جس کے ذریعہ سے خلائی مخلوق عمران کو سکندرول کر رہی ہے۔ اللہ کے لیے اسے باہر نکال دو۔ میرا شہزاد درست نکلا۔ سانپ نے بھی مجھے ٹھیک کیا تھا۔“ مرجن حمید کپڑا بٹھا کر عمران کی کمر کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ اسے ریڑھ کی ہڈی کے قریب گھال میں پلکا سا زخم کا نشان دکھائی دیا۔ اس نشان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مرجن حمید نے کہا: ”کسی بڑی اعلاءٰ جنکنیک کے ساتھ کیپسول عمران کے جسم میں داخل کر کے زخم کے نشان کو فوری طور پر ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر یہ واقعی کسی خلائی مخلوق کا کام ہے تو وہ لوگ مذیکل سرجوی میں ہم سے بہت آگے ہیں۔“ پروفیسر رضوی بولے:

”ڈاکٹر! یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ اس وقت جتنی جلدی ہو سکے اس خلائی کیپسول کو نکال باہر پھینکو۔“ اسی وقت عمران کو اسٹرچر پر ڈال کر اپریشن تھیٹر لے جایا گیا۔ وہ تو پہلے ہی سے بے بوش تھا۔ مرجن حمید نے اس کے باوجودد بے ہوشی کی دوائی والا دوسرا انجاشن بھی تیار کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور فوراً عمران کی کمر کا اپریشن شروع کر دیا۔ یہ بڑا معمولی اپریشن تھا۔ کمر میں ریڑھ کی ہڈی سے ایک انج کے قاصے پر ڈاکٹر نے چاقو سے ایک شکاف لگایا اور پہلے کھال کو پچھے کیا۔ پھر گوشت کو تھوڑا سا کامنا۔ ساتھ ہی ساتھ شیبا قریب تھوڑی خون صاف کرنی جا رہی تھی۔ گوشت ایک طرف ہٹا تو نیچے سیکرت کیپسول نظر آ گیا۔ ڈاکٹر نے چھٹی ڈال کر تھوڑی سی کوشش کے بعد سیکرت کیپسول باہر نکال لیا۔ اسے غور سے دیکھا اور موئیم کی سفالتی میں ڈال دیا۔ پھر زخم میں دوائی لگا کر اسے بند کیا۔

لگائے اور پھی کس کر باندھ دی۔ شیبا نے سیکرٹ کیپوول پلاشک کے لفافے میں ڈال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ پروفیسر رضوی کرنے لگا: ”شیبا بیٹی! کہیں خلائی مخلوق کے سگنل کا تم پر اثر نہ ہونے لگے۔ سیپرول کو پھینک دو۔“

مرجن ڈاکٹر بولا:

”میرے خیال میں اس کے سگنل کا اثر صرف اس وقت ہوتا ہے جب یہ آدمی کے جسم کے اندر پیوست ہو۔ پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔ شیبا بیٹی تم اسے پھینک بی د تو تو اچھا ہے۔“  
مگر شیبا اسے پھینکنا نہیں چاہتی تھی۔ کہنے لگی:

”جناب! میں گھر لے جا کر اس کا بخوبی کرنا چاہتی ہوں اس کے بعد اسے زمین میں دبا دوں گی۔ اس وقت سوال یہ ہے کہ عمران کو کہاں رکھیں؟“

پروفیسر مُسکرا کر بولے:

”عمران کی اب فکر کیوں کرتی ہو بیٹی۔ وہ تو ہوش میں آنے کے بعد بالکل نارمل اور پسلے جیسا عمران بن جائے گا۔ یعنی اپنی اصلی سلسلے والی حالت میں آ جائے گا۔ اسے تو ہم خود سب کچھ بتا دیں گے کہ اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آ گیا تھا۔“

”ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔“ شیبا نے مسکرا کر کہا۔

مرجن حمید کرنے لگا:

”میں اسے ساتھ دالے کمرے میں رکھ لیتا ہوں۔ ہم لوگ یہیں میں۔ بس اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہو گا۔“

پروفیسر رضوی نے شیبا کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

”بیٹی شیبا! تم عمران کے پاس رہنا کیوں کر تم ہی اسے ہوش میں آنے کے بعد ساری بات بتاؤ گی۔ ہم ساتھ دالے کمرے

میں بیٹھے ہیں۔“ ذاکر اور پروفیسر رضوی کلینک کے آفس میں آ کر بیٹھے گئے۔ ذاکر نے پروفیسر سے کہا:

”پروفیسر ایک بات ثابت ہو گئی ہے کہ اس شر میں خلائی مخلوق اتر آئی ہے۔ یہی مخلوق عران کی کمر میں کیپسول پلانٹ کر کے اسے کنٹرول کر رہی تھی۔ جیسا کہ شیبا نے بتایا ہے کہ یہ خلائی مخلوق کسی دور دراز سیارے سے آئی ہے اور ہمارے شر اور پھر ہماری دنیا میں اپنا کوئی خطرناک قاتل ہشن شروع کرنے والی ہے۔ میرا خیال ہے، ہمیں پولیس کو خبر کر دینی چاہیے۔“

پروفیسر کہنے لگا:

”شیبا نے پولیس کو اطلاع کی تھی، مگر پولیس انپکٹرنے پر کہ کر شیبا کو تھانے سے بھیج دیا تھا کہ اس پر بھوت پریت کا سایہ ہو گیا ہے وہ جا کر اپنا علاج کرائے۔“

مرحن حمید بولے:

”مگر ہم پولیس کو ساتھ لے کر خلائی مخلوق کے خفیہ ڈھکانے پر چھاپہ تو مار سکتے ہیں۔“

پروفیسر نے کہا:

”پولیس خلائی مخلوق کے شر میں اترنے پر یقین ہی نہیں کر رہی وہ چھاپہ مارنے کیے جائے گی؟“

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور دوسری طرف شیبا عران کے پلنگ کے پاس مگر سی پر بیٹھی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ عران بے ہوش تھا۔ اس کا جسم گردن تک ہسپتال والے لال کمبل سے ڈھکا ہوا تھا۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ جب انجاشن کی دوائی کا اثر ختم ہوا تو عران نے آہستہ سے آنکھیں کھوں کر چھت کی طرف

دیکھا اور دھیمی آواز میں پوچھا :

"میں کہاں ہوں؟"

شیبا نے جلدی سے رسالہ پھینک دیا اور عمران سے کہا :  
"عمران بھائی ! تم بڑی محفوظ جگہ پر ہو۔ سب تھیک ہو گیا ہے"

عمران کو اپنی کمر میں درد محسوس ہوا۔ اس نے پوچھا :  
"میری کمر میں درد کیوں ہو رہا ہے۔ کیا میں کسی ہسپتال میں ہوں شیبا؟"

شیبا کو عمران کی آواز اور اس کے لمحے میں پہنچے والی نرمی اور خوش اخلاقی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے کہا :  
"عمران بھیا ابھی تم آرام کرو۔ تمہارا معمولی سا اپرشن کیا گیا ہے۔ میں تھیں سب کچھ بتا دوں گی یہ"

عمران نے گردن گھٹا کر شیبا کی طرف دیکھا اور بولا :  
"مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں تو خلائی مخلوق کی قید میں تھا شیبا۔ پھر مجھے دباؤ سے کون نکال کر لایا ہے۔ کیا خلائی مخلوق کا خفیہ نہ کانا تباہ کر دیا گیا ہے؟ اللہ کرے ایسا بی ہو۔ مجھے بتا دو شیبا۔ میں بالکل بوش میں ہوں؟"

عمران کی اپنی ساری یادداشت واپس آگئی تھی۔ اسے صرف اتنا یاد تھا کہ وہ خلائی مخلوق کے زمین دوزہ خانے میں قید تھا۔ اس کے جسم کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ بے بوش ہو گیا تھا۔ شیبا نے سوچا کہ عمران کو سب کچھ بتا ہی دینا چاہیے۔ چنان چہ اس نے عمران کو شروع سے لے کر آخر تک سارے واقعات تفصیل سے سُنا دیے۔ عمران نے آنکھیں بند کر لیں اور بولا :  
"یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ میں خلائی دشمنوں کے کنٹرول سے

آزاد ہوا۔"

پھر آنکھیں کھول کر شیبا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا:

"مجھے معاف کر دینا شیبا بن! میرے دل میں اگر تمہارے خلاف دشمن کا خیال آیا تھا تو وہ خلائی مخلوق کے کیپسول کی وجہ سے تھا۔ اس میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ اس کو تو وہ لوگ پچھے سے کنٹرول کر رہے تھے۔"

شیبا بولی، "میں جانتی ہوں عمران! تمہارا کوئی قصور نہیں۔ میں تو اللہ کا لاکھ شکر ادا کرنے ہوں کہ پروفیسر رضوی صاحب اور ان کے ڈاکٹر دوست کی مدد سے تھیں خلائی کیپسول کی مصیبت سے بچاتے ملی۔"

عمران نے تشویش کے ساتھ کہا:

"مگر شیبا! خلائی مخلوق کو تو پتا چل گیا ہو گا کہ میں ان کے کنٹرول سے باہر ہو گیا ہوں۔ وہ ضرور بماری تلاش میں ہوں گے۔" شیبا بولی، "جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہم خلائی دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور ان کو تھس نہس کر کے ہی دم لیں گے۔ تم ابھی آرام کرو؟"

اور عمران نے آنکھیں بند کر لیں۔ شیبا نے دوسرے کمرے میں جا کر سرجن حمید اور پروفیسر رضوی کو خوش خبری سنائی کہ عمران کو ہوش آگیا ہے۔ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے اور وہ بالکل نارمل ہے اور پسلے والی حالت میں واپس آگیا ہے۔ پروفیسر اور سرجن حمید کو بھی یہ سُن کر بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن خلائی چیف طوفم بے حد پریشان تھا۔ کیپسول پر سے عمران کی اسکریننگ یعنی اس کا ذہانی غائب ہو گیا تھا۔ اس کے سگلن بھی سیکرٹ کیپسول تک نہیں پہنچ رہے تھے۔

## خلائی لش چل پڑی

طوطم نے بہت کوشش کی مگر کمپیوٹر کی اسکرین پر عران کا ڈھانچہ نمودار نہ ہوا۔ اس کے چھرے پر تشویش کے اثرات ابھر آئے۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر سے عران کے ڈھانچے کے نائب ہونے کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی کہ عران کی کمر میں لگایا گیا سیکرٹ کیسپول کسی طریقے سے نکال لیا گیا ہے۔

طوطم پریشان ہوا کہ کمپیوٹر کے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اتنے میں خلائی آدمی اندر آیا اور خلائی زبان میں بتایا کہ اپنے سوارے اوپان سے عاطلوں آگیا ہے۔ یہ سن کر طوطم چیف ایک ڈم اٹھ کھڑا ہوا۔ عاطلوں ان کے سوارے کا ب سے زیادہ ظالم شخص تھا اور سوارے کے حاکم گریٹ کنگ کا خاص ساتھی تھا۔ اس کی آمد کا سن کر طوطم گھبرا گیا کہ وہ اچانک کے زمین کے سوارے پر آ گیا۔ خلائی آدمی نے کہا:

”وہ الجھی سلنڈر میں خلا سے بیم ڈاؤن ہوا ہے۔“

زیر زمین یسوریٹری کی راہداری میں عاطلوں کے قدموں کی آواز گوئی۔ طوطم جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ اتنے میں یسوریٹری کے اندر ایک اوپنچے قد اور کرخت چھرے والا خلائی آدمی اکڑتا ہوا داخل ہوا۔

اس کا خلائی لباس سیاہ رنگ کا تھا اور کمر کے ساتھ خلائی گن لٹک رہی تھی۔ طوطم نے اسے آٹش ہو کر سلیوت کیا۔ عاطون نے آتے بی سخت لمحے میں پوچھا:

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟ ابھی تک قاتل مشن شروع کیوں نہیں کیا؟ گریٹ لگنگ تم سب کو ایسی بھی میں ڈال دے گا"

طوطم نے کہا:

"گریٹ عاطون! ہم قاتل مشن شروع کر چکے ہیں۔ اسکالاکی خلائی لاش کو قبر میں آثار کر سیٹ کر دیا گیا ہے۔ وہ قبر سے نکل کر ایکشن شروع کرنے کے لئے بالکل تیار ہے"

عاطون نے کپیوٹر کی طرف نگاہ اٹھائی اور بولا:

"اور عمران اور شیبا کا کیا ہوا؟ کیا انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے؟"

طوطم نے کسی قدر کھینا سا ہو کر کہا:

"گریٹ عاطون! ایک رویدادی ہو گئی ہے۔ شیبا ہمارے چنگل سے نکل بھاگی تھی اور عمران کی کمر میں لگایا گیا۔ سیکرت کیپول بھی کسی ترکیب سے نکال دیا گیا ہے"

عاطون غصے سے پرخ ٹھا:

"تم سب نا اہل ہو۔ کیا تمہیں پتا نہیں کہ ہمارے سارے پر پراسرار خلائی بیماری کا اثر بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر تم لوگوں نے دیر کر دی تو چانتے ہو ہمارے سارے کی ساری مخلوق اذیت کی موت مر جائے گی"

طوطم بولا، "گریٹ عاطون! ہم شیبا اور عمران کو دوبارہ اپنے کنٹرول میں رکھیں گے اور پھر اسکالاکی خلائی لاش کو قبر سے شر



شیرین

کی طرف روانہ کر دیں گے۔”  
 عاطون نے کرسی کو بھوکر مار کر ایک طرف لڑکا دیا اور خلائی  
 دسائے اُتارنے ہوئے دوسری کرسی پر سیٹھ گیا اور بولا:  
 ”میں گریٹ گنگ کی طرف سے نیا حکم لے کر آیا ہوں۔ شیبا اور  
 بُران کو ابھی رہنے دو۔ انھیں ہم کسی بھی وقت پکڑ سکتے ہیں۔ آج  
 رات خلائی لاش اسکالا کو قبر سے نکال کر شر کی طرف روانہ کر دیا جائے  
 گا۔ ہمیں خوری طور پر اس شر کے سب سے لائق اور قابل سائنس دان  
 کی ضرورت ہے جو ہمارے سیارے پر جا کر خلائی ہماری کے وائرس  
 کی تحقیق کر سکے۔ کیوں کہ خلائی وائرس کے معاملے میں اس شر کے  
 سائنس دانوں نے بہت ترقی کر لی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں شر  
 کے ایک ایسے خوبی قاتل کی ضرورت ہے جس کو پچانی کی سزا سنائی  
 گئی ہو۔ یہ دونوں انسان مجھے ایک بخت کے اندر اندر ہی اپنے  
 سیارے پر پہنچانے ہیں۔”

ٹوٹم نے پورے یقین کے ساتھ کہا:

”ہم اس مشن کو ایک بخت سے بھی پہلے پورا کر لیں گے  
 گریٹ عاطون! خلائی لاش اپنا مشن مژووں گرنے کے لیے پوری  
 فرج تیار ہے۔“

عاطون کرسی چھوڑنے ہوئے بولا:  
 ”ٹھیک ہے۔ آج رات ہم خلائی لاش کو روانہ کر دیں گے۔ اب  
 میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔ اتنی دیر میں تم اپنے کپیوٹر پر شر کی  
 جیل میں پچانی پانے والے قاتل اور شر کے سب سے لائق سائنس  
 دان کا ذیلتا معلوم کر کے تیار رکھو تاکہ ہم اس ذیلتا کو خلائی لاش  
 میں فائدہ کر دیں۔“

”بہت بہتر جناب۔“ ٹوٹم نے سلیوٹ کرتے ہوئے کہا۔

عاطون لیبوریٹری سے نکل کر دوسرے زمین دوز کرے میں چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی طوم کپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کے پاس شر کی تمام ایک شخصیات اور خونی قاتلوں کی پوری تفضیل کپیوٹر کی ایک چھوٹی سی ڈسک پر موجود تھی۔ اس نے ڈسک کپیوٹر میں ڈالی اور کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔ سب سے پہلے اس نے یہ معلوم کیا کہ شر کا سب سے قابل سائنس داں اور ماہر ڈاکٹر کون ہے؟ بقیوڑی ہی دیر میں کپیوٹر پر ایک عورت کا نام اُبھر آیا۔ نام کے پیچے اس عورت کا بتا اور اس کی تعلیمی دُنگریاں اور زندگی کے سارے حالات بھی درج تھے۔ اس عورت کا نام ڈاکٹر سلطان تھا جو شر کے نیوکلیائی سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی پرنسپل تھی۔ کپیوٹر نے بتایا کہ ڈاکٹر سلطان سے بڑھ کر اس ملک میں دوسرا گوئی قابل ڈاکٹر نہیں ہے اور یہی وہ سائنس داں ہے جو اونان بارے پر تیزی سے پھیلنے والی پراسرار خلائی بیماری کا سراغ لگا کر اسے ختم کر سکتی ہے۔

طوم نے ڈاکٹر سلطان کے سارے حالات نوٹ کر لیے۔ اب اس نے شر کے سب سے بڑے خونی قاتل کی تلاش شروع کی۔ اس کی انگلیاں کپیوٹر کے نمی بورڈ پر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔ کپیوٹر کے اسکرین پر ایک خونی قاتل کا نام اور اس کے جرام کی فہرست اُبھر آئی۔ یہ بہرام قاتل تھا جس نے اب تک پچاس آدمیوں کو قتل کیا تھا اور اس وقت وہ شر کی سب سے بڑی جیل کی پھانسی کی گوھڑی میں بند موت کا انتظار کر رہا تھا۔ کپیوٹر نے بتایا کہ بہرام قاتل کو دو دن بعد پھانسی دے دی جائے گی۔ طوم نے بہرام قاتل کا دیٹا بھی نوٹ کر لیا۔

اس کے بعد طوم نے ڈاکٹر سلطان اور بہرام قاتل کے مواد کو لیک چھوٹی سی ڈسک میں فیڈ کر دیا۔ اس ڈسک کا سائز آدمی کو انگلی کے

ناخن کے برابر تھا۔ ایک گھنٹہ بعد وہ عاطون کے سامنے بیٹھا اے لیدی ڈاکٹر سلطان اور بہرام قاتل کے بارے میں پوری تفصیلات کپیوٹر پر دکھلا رہا تھا۔ عاطون نے سر بلاتے ہوئے کہا:

”ٹھیک ہے۔ ہم سب سے پہلے پچانسی کا انتظار کرنے والے قاتل بہرام کو انداز کر کے اپنے سیارے پر پہنچائیں گے۔ یہ کام آج آدمی رات کے بعد ہو جانا چاہیے۔ اس کے بعد لیدی ڈاکٹر سلطان کو انداز کر کے اپنے سیارے پر پہنچایا جائے گا۔ اگر بہرام قاتل کو پچانسی نہ ملنے والی ہوئی تو ہم پہلے ڈاکٹر سلطان کو انداز کرتے۔ بہر حال تم تیار رہنا۔ آدمی رات کو ہم خلائی لاش کی قبر پر جا رہے ہیں۔“

یہ کہہ کر عاطون درسرے کمرے میں چلا گیا۔

ادھر سیکرٹ کیپسول نکل جانے کے بعد عمران بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ اسے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ خلائی مخلوق کے کنٹرول میں رہ کر وہ کیا کیا کرتا رہا ہے۔ اب وہ پھر پہلے جیسا عمران بن چکا تھا جو شیبا کا بھائی تھا اور خلائی مخلوق کو اپنے خطرناک مشین شروع کرنے سے پہلے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے پر تلا ہوا تھا تاکہ دنیا کی مخلوق ان کے مشن کی تباہی و بریادی سے بچ جائے۔ اس ایڈوپچر مگر بے حد خطرناک صم میں اب سانس کا پروفسر رضوی اور سرجن حسید بھی ان کے ساتھ تھے۔ عمران کی کمر کا زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تھا۔ سرجن حسید نے اسے چند روز آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ عمران کے اتنی ابھی بڑے خوش تھے کہ عمران پھر سے صحت مند ہو گیا ہے۔ انھوں نے شیبا اور عمران کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ اب وہ کسی خلائی مخلوق کا نام زبان پر نہ لائیں۔ شیبا اور عمران خود بھی اپنے ماں باپ کو خلائی مخلوق اور ان کے خلاف اپنی صم کے بارے میں کچھ نہیں بتانا

چاہتے تھے۔ پروفیسر رضوی نے بھی انھیں یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ اس راز کو راز ہی رکھیں۔ تاکہ وہ اپنے طور پر پوری جانفشنائی اور توجہ سے خلائی مخلوق کے ٹھکانے کو بلا کر بھرم کرنے کے پروگرام پر عمل کر سکیں۔ عمران مرجن حمید کے کلینک میں ہی آرام کر رہا تھا۔ شبیا دن میں دو تین بار آکر اس کی خبر لے جاتی تھی۔ رات کو ایک طازم عمران کے کمرے میں ہی سوتا تھا۔ عمران نے شبیا کو خبردار کر دیا تھا کہ خلائی مخلوق کو پتا چل چکا ہے کہ میں ان کے سکندرول سے نکل چکا ہوں اور اب وہ میری تلاش میں ہوں گے۔ شبیا نے جواب دیا تھا:

"وہ تو مجھے بھی ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ مگر تم فکر نہ کر د۔ اس بار وہ اپنے ناپاک مقصد میں کام یاب نہیں ہو سکیں گے۔" "عمران بولا،" اس کے لیے بھی بہت چوکس رہنا ہو گا۔ میں دو تین دن میں چلنے کے لائق ہو جاؤں گا بھرہم خلائی کمیگاہ کے ٹیلوں میں ڈانتا پٹ لگا کر سارے ٹیلوں کو دھماکے سے اڑا دیں گے تاکہ دشمن خلائی مخلوق اس میں بھرم ہو کر رہ جائے۔ حقیقت یہ تھی کہ عمران اور شبیا کو خلائی مخلوق کی زبردست طاقت اور خلائی سائنس میں بے پناہ ترقی کا ابھی تک علم ہی نہیں تھا۔

چنانچہ جب رات کے شیک بارہ بجے تو طوطم اور عاطون اپنی زیر زمین کمیگاہ سے نکل کر آسیبی قبرستان کی طرف چل پڑے۔ اس وقت آسمان پر ہلکے بلکے بادل چھائے بوئے تھے۔ چاروں طرف گردی موت جیسی خاموشی تھی۔ آسیبی قبرستان میں مدھم مدھم پراسرار دھنڈ سی چھائی ہوئی تھی۔ پرانی شکست قبور میں سے گزرتے دونوں خلائی آدمی اس قبر کے پاس آ کر ڈک گئے جس کے اندر

خلائی لاش اسکالا کا تابوت رکھا ہوا تھا۔  
 عاطون نے اپنی خلائی گن کا رُخ قبر کی طرف کر کے بٹن  
 دبایا۔ گن میں سے نئے رنگ کی شعاع نکل کر قبر پر پڑی اور  
 وہاں ایک گڑھا پڑ گیا۔ قبرستان کی مدھم دھنند میں انھیں خلائی  
 لاش کا تابوت نظر آنے لگا۔ عاطون نے طوطم کو اشارہ کیا۔ طوطم  
 قبر میں اُتر گیا۔ اس نے تابوت کا دھکنا اٹھا دیا۔ تابوت میں خلائی  
 لاش بالکل سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے سینے میں سیاہ جیکٹ  
 کے نیچے خنجر کا گمرا زخم تھا۔ انھیں پتھر کی طرح تھیں اور  
 اوپر آسمان کو ٹکلکی باندھنے تک رہی تھیں۔ طوطم نے جیب سے چاقو  
 نکال کر اس کی نوک خلائی لاش کی کھوپڑی پر کان کے اوپر رکھ  
 دی۔ خلائی چاقو تھا۔ کھوپڑی کے سامنے نوک کے لگتے ہی چاقو  
 اپنے آپ خلائی لاش کی کھوپڑی توڑ کر اندر گھس گیا۔ طوطم نے  
 کھوپڑی میں مخصوصاً شگاف ڈالا۔ پھر جیب سے کپیوڑ کی وہ  
 تھی سی ڈسک لاش کے دماغ میں ایک طرف چیکا دی جس میں  
 براہم قائل اور شر کی سب سے قابل سائنس داں ڈاکٹر سلطانہ کا  
 سارا ڈیشا درج تھا۔ ڈسک لاش کے دماغ میں لگانے کے بعد  
 اس خلائی چاقو کی مدد سے طوطم نے لاش کی کھوپڑی کو بند کر دیا۔  
 عاطون قبر کے باہر کھڑا ہے ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔

طوطم بھی قبر سے باہر آگیا۔ عاطون کے ہاتھ میں المونم کی ایک  
 پسل تھی جس میں تین چار سفید نقطے چمک رہے تھے۔ عاطون  
 نے ایک نقطے پر انگلی رکھی تو تابوت کے اندر لاش میں حرکت  
 پیدا ہوئی۔ طوطم اور عاطون پیچے بٹ گئے۔ لاش تابوت میں سے  
 آہستہ آہستہ اٹھی اور قبر کے سورج دھر سے باہر نکل کر بالکل سیدھی  
 کھڑی ہو گئی۔

عاطون نے اپنی خاص خلائی زبان میں کہا :  
 اسکالا ! تم جانتے ہو تھس کیا کرنا ہے ۔ ساری تفصیل تھا  
 دماغ میں ڈال دی گئی ہے ۔ تھارے مُردہ جسم میں وہ خاص طاقت  
 بھی بھر دی گئی ہے جو اس دنیا کے کسی بڑے سے بڑے  
 طاقت ور آدمی کو ساری زندگی نصیب نہیں ہو سکتی ۔ سب سے  
 پہلے تھیں اس شہر کی سب سے بڑی حیل میں جا کر بہرام فاتح  
 شہر انداز کر کے اپنی خلائی کیس گاہ میں لانا ہو گا ۔ اس کے بعد  
 عل رات تم سانس دان خاتون ، ڈاکٹر سلطانہ کو انداز کرنے جاؤ  
 گے ۔ کیا تم میری باتیں سمجھ رہے ہو ؟ ”  
 خلائی لاش کے حلق سے گردگرد اب کی ایک دبی سی آواز نکلی  
 اور اس نے سر کو یوں آہستہ سے ہلاایا جسے کہ رہا ہو کہ میں نے  
 سب کچھ سن لیا ہے ۔ سب کچھ سمجھ گیا ہوں ۔

عاطون نے کہا ” اچھا اب اپنے مشن پر روانہ ہو جاؤ ۔ ”  
 اور عاطون نے خلائی پنسل کا دوسرا نقطہ دبا دیا ۔ خلائی لاش کو  
 ایک ہلکا سا جھکا لگا اور وہ قبرستان سے چل پڑی ۔ خلائی لاش  
 یوں چل رہی تھی کہ چلتے ہوئے اس کے بازو بالکل نہیں ہل  
 رہے تھے ۔ جب لاش قبرستان کی دھنند میں عاطون اور طوطم کی  
 زگاہوں سے اوتجیل ہو گئی تو عاطون بولا :  
 ” طوطم ! یہ سوریہ چلو ۔ اسکالا لاش کی واپسی کا ہم کیس گاہ میں  
 انتشار کریں گے ۔ ”

اور دونوں خلائی آدمی واپس اپنی کیس گاہ کی طرف چل دیے ۔  
 خلائی لاش قدم چلتی قبرستان سے باہر آگئی تھی ۔ لاش کے  
 بھاری قدموں تکے خشک پتے کچھ چلتے جا رہے تھے ۔ وہ اندر چیرے  
 اور دھنند میں چل رہی تھی ۔ لاش کا قد چھے فیٹ سے نکلا ہوا

تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ زنگ کا چڑے کا لباس تھا۔ سینے کے زخم کا شکاف جیکٹ میں سے تقوڑا سانظر آ رہا تھا۔ یاؤں میں بھاری سیاہ جوٹے تھے جن پر خشک کچڑ جمی ہوئی تھی۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں اور بالکل سیدھ میں تک رہی تھیں۔ رات کی تاریکی میں میدان عبور کر کے اسکالا کی خلائی لاش شر کو جانے والی سڑک پر آ کر ڈک گئی۔ ایک نظر دُور شر کی جھملاتی روشنیوں پر ڈالی۔ لاش کے حلق سے دصیبی سی گھرد گردابہٹ کی آواز نکلی اور وہ سڑک پر شر کی سب سے بڑی جیل کی طرف چل پڑی۔

لاش کی کھوپڑی میں نکلی ڈسک اس کی راہ نامی کر رہی تھی۔ لاش سڑک پر کچھ دُور ہی چلی تھی کہ پیچے سے ایک خالی رکشا آ کر اُس کے پاس ڈک گیا۔ رکشا والے نے سوچا کہ شر کی کوئی سواری ہے۔ اس سے منہ مانگے دام وصول کروں گا۔ لاش بھی ڈک گئی۔ رکشو والے نے منہ باہر نکالے بغیر کہا:

”صاحب شر جانا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ پانچ روپے لے لوں گا۔“  
لاش بالکل ساگت کھڑی تھی۔ رکشا والے نے دوسری بار آواز

وی :

”صاحب کیا سوچ رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ رکشو میں تم چار روپے بھی دے دینا۔ میں شر کی طرف ہی جا رہا ہوں۔“  
جب پھر بھی لاش نے کوئی جواب نہ دیا تو رکشا والے نے سر باہر نکالا اور کہا:

”کیا بات ہے صاحب! کیا سوچ رہے ہو؟“  
تب لاش نے اپنی گردن گھما کر رکشو والے کی طرف دیکھا۔ رکشو والے کے بدن میں سنن دوڑ گئی۔ لاش کی پتھرائی ہوئی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ رکشو والہ ڈر گیا کہ

ضرور پر کوئی بھوت پریت ہے جو آدھی رات کو آسی قبرستان سے مل کر مردک پر آگیا ہے۔ وہ رکشا آگے بڑھانے ہی لگا تھا کہ لاش نے ہاتھ بڑھا کر رکشے کی چھت کو پکڑ لیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے اوپر اٹھایا۔ رکشا والا اچھل کر رکشے سے مردک پر گرا اور پنج مار کر ایسا بھاگا کہ مرد کر بھی نہ دیکھا۔ لاش نے غالی رکشے کو ایک کھلونے کی طرح ہاتھ میں اور پر اٹھا رکھا تھا۔ پھر اسے زور سے مردک پر پنج دیا۔ رکشا دو ٹکڑے سے ہو گیا۔ لاش نے پاؤں سے رکشے کے ٹکڑوں کو بڑی طرح سے سچل ڈالا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ شر کی طرف چلتے گئی۔ کتنے بھی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد بے رحم برام قائل شر کی سب سے بڑی جیل کی بچانی کی کوہنڑی میں میٹھا اپنی موت کی گھر بیاں گن رہا تھا۔ عدالت سے اس کو بچانی کی سزا کا حکم سنا دیا گیا تھا۔ اس کی رحم کی اپیل بھی خارج ہو گئی تھی۔ اس کی موت کا بلیک وارنٹ بھی جیل کے پرنسپل کو مل چکا تھا۔ کل رات اسے بچانی کے تختے پر لٹکا جانا تھا۔ ساری امیدیں ختم ہو گئی تھیں۔ برام قائل بچانی کی چھوٹی سی کوہنڑی میں فرش پر بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا اور گرد گزدا کر دل میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا۔ مگر قدرت کے قانون تو اٹل ہوتے ہیں۔ جو کسی کی جان لیتا ہے اسے ایک نہ ایک دن بچانی کا پھنسدا اپنے گئے میں ڈالتا ہی پڑتا ہے۔ جو گناہ کرتا ہے اسے اس کی سزا مل کر ہی رہتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ پہلے ہی سوچ سمجھ کر عقل مندی سے کام لے اور ہمیشہ اللہ کا خوف دل میں رکھے اور نیک کام کرے۔ برابی کے خیال کو اپنے نزدیک بھی نہ آنے دے۔

بچانی کی کوٹھڑی کے آگے ایک چھوٹا سا برآمدہ تھا جہاں ایک سپاہی بندوق کنندھے پر رکھے ٹھل رہا تھا۔ کوٹھڑی کے آگے نوبے کا جنگلا لگا تھا جس پر بھاری تالا پڑا تھا۔ کوٹھڑی کے اھلٹے کے باہر بھی دو سپاہی بندوقیں اٹھائے پھرہ دے رہے تھے۔ بہرام قاتل نے قیدیوں والا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ جیل کی اونچی دیوار کے چاروں کوتوں پر روشنیاں ہو رہی تھیں۔ کوٹھڑی کے آگے برآمدے میں بھی بلب روشن تھا۔ جیل کے دونوں بڑے دروازے بند تھے اور باہر پرے دار ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔

مگر لاش جیل کی پنچھائی دیوار کی طرف سے آئی تھی۔

اس طرف اندرھرا تھا۔ چاروں طرف موت جیسا سنائی چھاما تھا۔ خلائی لاش جیل کی مضبوط اور پختہ دیوار کے پاس آ کر رُک گئی۔ پھر لاش کا بازو دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے زور سے اپنا بھاری ہاتھ دیوار پر مارا۔ دیوار کی ایک اینٹ اگھڑا گئی۔ دوسری ضرب پر اینٹ پیچے گر پڑی۔ خلائی لاش نے اپنی خلائی طاقت کو کام میں لاتے ہوئے جیل کی مضبوط دیوار میں ایک شگاف ڈال دیا اور پھر اس میں سے گزر کر بچانی کی کوٹھڑی کی طرف بڑھی۔ کھوپڑی میں لگی کمپیوٹر ڈسک بہرام قاتل کی طرف اس کی راہ نمائی کر رہی تھی۔ لاش ایک کوارٹر کے پیچے سے بے آواز قدموں سے چلتی گزر گئی۔ لاش رُک گئی۔ اسے دو انسانوں کی یاتیں کرنے کی آواز سنائی وی کھی۔ لاش نے اپنا ساکت پچھا اٹھا کر اس طرف دیکھا جدھر سے یاتم کرنے کی آواز آئی تھی۔ تھوڑی دور بچانی کی کوٹھڑی کے اھلٹے کے اندر اور باہر اور اھلٹے کے چھوٹے آہنی دروازے کے اوپر روشنی ہو رہی تھی۔ اس روشنی میں لاش کو دو پرے دار سپاہی

نظر آئے جو آہنی جنگلے والے دروازے کے پاس کھڑے باتیں  
کر رہے تھے۔ لاش آگے بڑھتے بڑھتے ٹھنڈک گئی۔ ایک  
پل کے لیے جیسے لاش نے کچھ سوچا اور پھر گھوم کر احاطے کی  
دوسرا طرف اندر ہیرے میں چل پڑی۔

دونوں پرے دار آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہ رہا  
ہے :

”کل اسی وقت بہرام کو بچانی کے سختے کی طرف سے جایا  
جائے گا۔“

दوسرا سپاہی بولا :

”اب اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔“  
پہلے والا سپاہی کچھ کہنے بی واala تھا کہ ایک دم سے ٹھنڈک  
گیا اور اس نے دیوار کی طرف مرڑ کر دیکھا جدھر اندر ہرا تھا۔ دوسرے  
سپاہی نے پوچھا :  
”کیا بات ہے؟“

اس کے ساتھی نے کہا :

”کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی تھی۔“

اور وہ دیوار کی طرف بڑھا جہاں اندر ہرا تھا۔ دوسرا سپاہی احاطے  
کے جنگلے کے پاس ہی بندوق اٹھائے کھڑا رہا۔ وہ بھی چوکس  
ہو گیا تھا۔ پہلے والا سپاہی بندوق تانے اندر ہیرے میں آیا تو اسے  
کوئی انسان نظر نہ آیا۔ وہ واپس مرڑا بی تھا کہ ٹلائی لاش نے  
پیچھے سے اس کی گردان کو اپنے فولادی پنجے میں جکڑ کر پوری طاقت  
سے دبا دیا۔ ٹلائی لاش نے ضرورت سے زیادہ طاقت خرچ کر  
دی تھی۔ پرے دار سپاہی کی گردان اس کے جسم سے الگ ہو کر  
لاش کے ہاتھ میں ہی پکڑی رہ گئی اور اس کا مردہ دھر گر پڑا۔

اس کی آواز دوسرے سپاہی کو آتی تو اس نے پوچھا :

"کیا بات ہے نادر؟ کیا کر رہے ہو ادھر؟"

خلائی لاش نے مردہ سپاہی کے دھر کو پہنچے کھینچ لیا تھا۔

دوسرے سپاہی کو جب اپنے ساتھی کا کوئی جواب نہ ملا تو وہ بھی بندوق لیے اندریمے کی طرف آگیا۔

"کہاں چلے گئے ہو تم۔ بولتے کیوں۔"

اس کا جلد پورا نہیں ہوا تھا کہ اس کی گردان پر کسی کا پتھر جیسا باتھ پڑا اور پھر اس کی آنکھوں کے آگے نیلا کالا اندریمہ چھا گیا۔ خلائی لاش نے دوسرے پرے دار کی گردان بھی اس کے دھرے الگ کر دی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر لاش کی مشین روپٹ کی طرح چلتی پھانسی کی کوئھڑی کے احاطے کے جنگلے کے پاس اگر تک گئی۔ لاش نے دیکھا کہ کوئھڑی کے برآمدے میں بھی ایک سپاہی پھر دے رہا تھا۔ اس سپاہی نے بھی اپنے دونوں ساتھیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ اس نے جب دیکھا کہ کسی سپاہی کی آواز نہیں آ رہی تو وہیں سے بولا:

"اے تم دونوں کدھر چلے گئے ہو؟"

اور وہ آہستہ آہستہ چلتا جنگلے کے پاس آگیا۔ لاش اے آتا دیکھ کر بڑی مختاری سے پہنچے ہٹ ٹھیٹ تھی۔ سپاہی کو جب باہر دونوں پرے داروں میں سے ایک بھی دکھائی نہ دیا تو اس نے آواز دی۔

"کہاں ہو بھی تم دونوں؟ یہاں ڈیوٹی کون دے گا؟"

خلائی لاش اندریمے میں دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ سپاہی کو جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ کچھ پریشان سا ہوا۔ جلدی سے اس نے احاطے کا چنگلا کھولا اور باہر آ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ساتھ

ہی ساتھ وہ پرے داروں کو آوازیں بھی دے رہا تھا۔ خلائی لاش نے اپنے ہلق سے گرد گرد اہٹ کی دھمی آواز نکالی۔ یہ آواز سُنتے ہی سپاہی اس کی طرف پڑھا۔

”کیا بات ہے میاں خان؟“

اچانک خلائی لاش نے اس کی گردن پر اپنا باختہ زور سے مارا۔ سپاہی کے باختہ سے بندوق دُور جا گری اور اس کی گردن کی پڈی چار جگہوں سے چورا ہو گئی۔ وہ لئے ہوئے درخت کی طرح زمین پر گر پڑا۔

خلائی لاش اس کے مردہ جسم کے اوپر سے گزر کر پھانسی کی کوٹھڑی کے احاطے میں آگئی۔ بہرام قاتل کی آنکھیں بند تھیں اور وہ فرش پر دوزانو بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا۔ کوٹھڑی کے آگے کوئی دروازہ نہیں تھا بلکہ لوے کا جنگل لگا تھا۔ جنگل پر بھاری تالا پڑا تھا۔ لاش قدم قدم چلتی جنگل کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ بہرام قاتل کو اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے گھور رہی تھی۔ یہی اس کا شکار تھا۔ وہ اسی کو اغوا کرنے کے لیے دبای آئی تھی۔

بہرام قاتل نے قدموں کی آواز سُنی تھی مگر وہ یہی سمجھا کہ پرے دار احاطے کے برآمدے میں چل پھر کر پڑے دے رہا ہے وہی جنگل کے پاس آ کر گر گیا ہو گا۔ وہ آنکھیں بند کیے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا۔ اس سے پہلے بہرام قاتل نے احاطے میں پرے داروں کی کچھ آوازیں سُنی تھیں تھر اس نے کوئی خیال نہیں کیا تھا۔ رات کے وقت وہ اپس میں اس طرح باتیں کرتے ہی رہتے تھے۔ اچانک اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی عفریت کوٹھڑی کے جنگل کے ساتھ منہ لگا کر سانش لے رہا ہو۔

بہرام قاتل نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ احاطے کی روشنی میں لے

ایک زندہ لاش آہنی جنگلے کے ساتھ لگی نظر آئی۔ لاش بالکل سیدھی کھڑی تھی۔ پھر اس لاش نے ہاتھ ڈال کر جنگلے کا مضبوط تالا توڑ مردڑ کر رکھ دیا۔ اور اندر داخل ہو گئی۔

خلائی ایڈونچر سیریز کا نمبر اول

# کالاجنگل، نسلی موت

- خلائی چیف عاطون کے حکم پر شیبا کو انغو اکر کے نامعلوم مقام پر لے جایا گیا۔
  - عمران شیبا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔
  - برازیل کے کالے جنگل میں موت عمران کا انتظار کر رہی تھی۔
  - عمران شیبا کی تلاش میں آگے بڑھتا ہے تو نسلی موت ہر قدم پر اُس کا پیچا کرتی ہے۔ کام یا نبی کی منزل قریب آتی ہے اور پھر دور ہو جاتی ہے۔ کیوں؟
  - کالا ناگ اپنی پر اصرار سرگرمیوں میں معروف تھا۔
  - کالا ناگ کیا واقعی سانپ تھا یا کوئی اور مخلوق۔
- یہ خلائی سیریز کے تیسرا ناول کالاجنگل، نسلی موت میں پڑھیے جسے اے. جید نے لکھا اور نونہال ادب نے شائع کیا۔ خوب صورت ٹائیل، زیگین تصویریں اور عدہ چھپائی۔

نوںہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

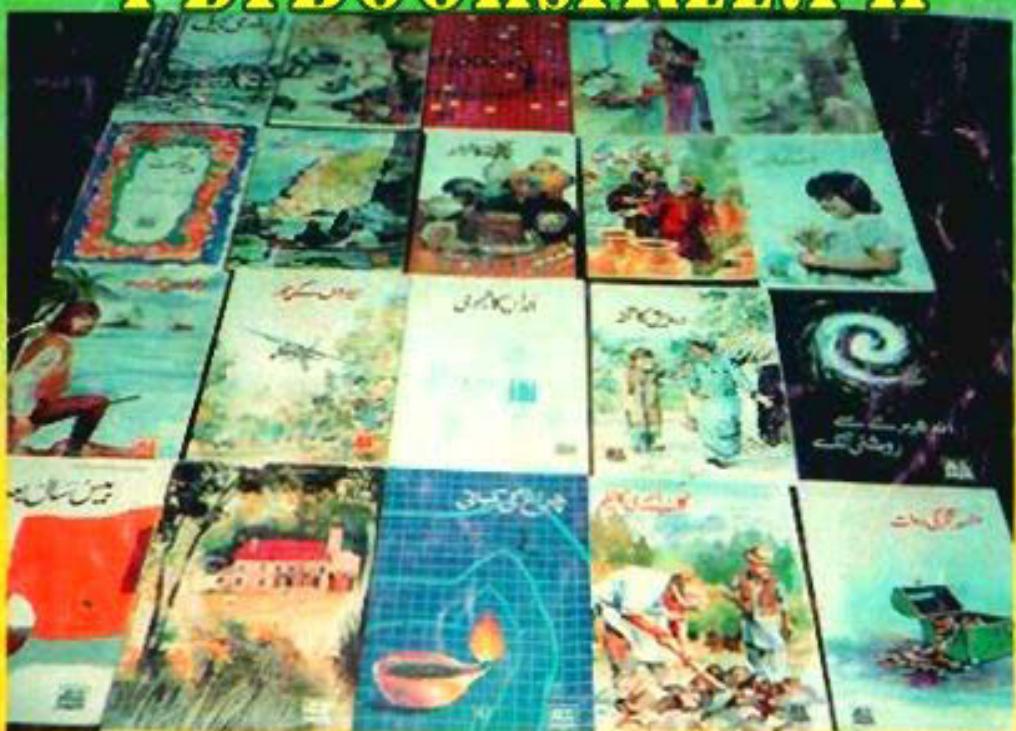
# نوںال ادب



پسخوں کے لیے  
دلچسپ، مفید، معیاری  
اور خوبصورت کتابیں



## PDFBOOKSFREE.PK



بھرپور فاؤنڈیشن پرنس